جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ

اشاعت خصوصی

جون ۔ جولائی ۲۰۰۳ء

کچھ ایسے بھی اُٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد (۱۹۱۳-۲۰۰۲)

# ہو کے منصور و مظفر چل بسا

چل بسا مرزا مظفر چل بسا — چل بسا وہ دائمی گھر چل بسا
کامرانی جس کے مضمر نام میں — ہو کے منصور و مظفر چل بسا
عشق کے دریا میں تھا جو مثلِ موج — بحرِ دل کا وہ شناور چل بسا
خدمتیں جس کی سدا تابندہ تر — تاباں و رخشندہ گوہر چل بسا
تند طوفانوں سے گزرا کامیاب — وہ تلاطم کا شناور چل بسا
باغ احمد کا مہکتا پھول وہ — بن کے غنچہ، وہ گل تر چل بسا
دور حاضر کا وہ اک مرد عظیم — غرب سے وہ فخر خاور چل بسا
بے کسوں کا غمگسار و درد مند — بے نواؤں کا وہ یاور چل بسا
منزل ہستی کا متلاشی تھا وہ — سوئے منزل گھوم پھر کر چل بسا
لاجرم تھا ماہر الاقتصاد — تھی ''معیشت'' جس کو ازبر چل بسا
علم کے زیور سے وہ آراستہ — علم کا پہنے وہ زیور چل بسا
اس کا جام مرگ ہے جام حیات — زندۂ جاوید ہو کر چل بسا
زندگی ہے جس کی بعد الموت بھی — موت پہ خنجر چلا کر چل بسا
احمدیت کا وہ فرزند جلیل — دیں کا وہ رخشندہ گوہر چل بسا
مرکزی نقطہ رضا مولا کی تھی — گھومتا وہ گرد محور چل بسا
بادشہ دل کا مگر مرد فقیر — وہ درِ حق کا گداگر چل بسا
مثل ساقی تھا وہ اپنی بزم میں — بادۂ الفت لٹا کر چل بسا
جس کی ہر موج نفس تھی ''لبلاغ'' — کہہ کے وہ ''اللہ اکبر'' چل بسا

عبدالسلام سلام

يُخۡرِجُ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ (القرآن ۶۵:۱۲)

# النـــــور

جون۔جولائی ۲۰۰۲ء

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، تعلیمی، تربیتی اور ادبی مجلّہ



لکھنے کا پتہ :
Editors Ahmadiyya Gazette
15000 Good Hope Road
Silver Spring, MD 20905

## فہرست مضامین



### القرآن الحکیم

# عباد الرحمٰن متّقیوں کے لئے نمونہ ہوتے ہیں

وَعِبَادُ الرَّحۡمٰنِ الَّذِیۡنَ یَمۡشُوۡنَ عَلَی الۡاَرۡضِ هَوۡنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الۡجٰهِلُوۡنَ قَالُوۡا سَلٰمًا ☆ وَالَّذِیۡنَ یَبِیۡتُوۡنَ لِرَبِّهِمۡ سُجَّدًا وَّقِیَامًا ☆ وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا اصۡرِفۡ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا کَانَ غَرَامًا ☆ اِنَّهَا سَآءَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ☆ وَالَّذِیۡنَ اِذَآ اَنۡفَقُوۡا لَمۡ یُسۡرِفُوۡا وَلَمۡ یَقۡتُرُوۡا وَکَانَ بَیۡنَ ذٰلِکَ قَوَامًا ☆ وَالَّذِیۡنَ لَا یَدۡعُوۡنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقۡتُلُوۡنَ النَّفۡسَ الَّتِیۡ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالۡحَقِّ وَلَا یَزۡنُوۡنَ ۚ وَمَنۡ یَّفۡعَلۡ ذٰلِکَ یَلۡقَ اَثَامًا ☆ یُّضٰعَفۡ لَهُ الۡعَذَابُ یَوۡمَ الۡقِیٰمَةِ وَیَخۡلُدۡ فِیۡهٖ مُهَانًا ☆ اِلَّا مَنۡ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِکَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمۡ حَسَنٰتٍ ؕ وَکَانَ اللّٰهُ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا ☆ وَمَنۡ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوۡبُ اِلَی اللّٰهِ مَتَابًا ☆ وَالَّذِیۡنَ لَا یَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ وَاِذَا مَرُّوۡا بِاللَّغۡوِ مَرُّوۡا کِرَامًا ☆ وَالَّذِیۡنَ اِذَا ذُکِّرُوۡا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمۡ لَمۡ یَخِرُّوۡا عَلَیۡهَا صُمًّا وَّعُمۡیَانًا ☆ وَالَّذِیۡنَ یَقُوۡلُوۡنَ رَبَّنَا هَبۡ لَنَا مِنۡ اَزۡوَاجِنَا وَذُرِّیّٰتِنَا قُرَّةَ اَعۡیُنٍ وَّاجۡعَلۡنَا لِلۡمُتَّقِیۡنَ اِمَامًا ☆ اُولٰٓئِکَ یُجۡزَوۡنَ الۡغُرۡفَةَ بِمَا صَبَرُوۡا وَیُلَقَّوۡنَ فِیۡهَا تَحِیَّةً وَّسَلٰمًا ☆ خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَا ؕ حَسُنَتۡ مُسۡتَقَرًّا وَّمُقَامًا ☆ (۲۵ : ۶۴ تا ۷۷)

ترجمہ: اور رحمٰن کے (سچے) بندے وہ ہوتے ہیں جو زمین پر آرام سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے مخاطب ہوتے ہیں تو وہ (لڑتے نہیں بلکہ) کہتے ہیں کہ ہم تو تمھارے لیے سلامتی کی دعا کرتے ہیں ☆ اور وہ لوگ بھی جو اپنے رب کے لیے راتیں سجدوں میں اور کھڑے ہو کر گزار دیتے ہیں ☆ اور وہ (رحمان کے بندے) کہتے ہیں اے ہمارے ربّ! ہم سے جہنم کا عذاب ٹلا دے۔ اس کا عذاب ایک بہت بڑی تباہی ہے ☆ وہ (دوزخ) عارضی ٹھکانے کے طور پر بھی بری ہے اور مستقل ٹھکانے کے طور پر بھی (بُری ہے) ☆ اور وہ (اللہ کے بندے) ایسے ہوتے ہیں کہ جب خرچ کرتے ہیں تو فضول خرچی سے کام نہیں لیتے اور نہ بخل کرتے ہیں اور ان کا خرچ ان دونوں حالتوں کے درمیان ہوتا ہے ☆ اور وہ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور نہ کسی جان کو جسے اللہ نے حفاظت بخشی ہو قتل کرتے ہیں سوائے (شرعی) حق کے۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کام کرے گا وہ اپنے گناہ کی جزا کو دیکھ لے گا ☆ قیامت کے دن اس کے لیے عذاب زیادہ کیا جائے گا اور وہ اس میں ذلّت کے ساتھ رہتا چلا جائے گا ☆ سوائے اس کے جس نے توبہ کر لی اور ایمان لایا اور ایمان کے مطابق عمل کیے پس یہ لوگ ایسے ہوں گے کہ اللہ ان کی بدیوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ☆ اور جو توبہ کرے اور اس کے مطابق عمل کرے، تو وہ شخص حقیقی طور پر اللہ کی طرف جھکتا ہے ☆ اور وہ لوگ بھی (اللہ کے بندے ہیں) جو جھوٹی گواہیاں نہیں دیتے اور جب لغو باتوں کے پاس سے گزرتے ہیں تو بزرگانہ طور پر (بغیر ان میں شامل ہونے کے) گزر جاتے ہیں ☆ اور وہ لوگ بھی کہ ان کے ربّ کی آیات جب انہیں یاد دلائی جائیں تو اُن سے بہروں اور اندھوں کا معاملہ نہیں کرتے ☆ اور وہ لوگ بھی (رحمٰن کے بندے ہیں) جو یہ کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ اور ہمیں متقیوں کا امام بنا ☆ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اُن کے نیکی پر قائم رہنے کی وجہ سے (بہشت میں) بالا خانے دیے جائیں گے اور ان کو اس میں دعائیں دی جائیں گی۔ وہ (جنت) عارضی قرار گاہ کے طور پر بھی بڑی اچھی ہے اور مستقل قرار گاہ کے طور پر بھی (بڑی اچھی ہے) ☆

درس الحدیث

# اچھے اخلاق سے بہتر کوئی عمل نہیں

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ شَیْءٍ فِی الْمِیْزَانِ اَثْقَلُ مِنْ حُسْنِ الْخُلُقِ۔ (ابوداؤد)

**ترجمہ:** ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ خدا کے تول میں کوئی چیز اچھے اخلاق سے زیادہ وزن نہیں رکھتی۔

**تشریح:** اعلیٰ اخلاق دین کا آدھا حصہ ہوتا ہے اور اسلام نے اخلاق پر انتہائی زور دیا ہے حتیٰ کہ اس حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اخلاق سے بڑھ کر خدا کے ترازو میں کسی چیز کا وزن نہیں اور ایک دوسری حدیث میں فرماتے ہیں کہ جو شخص بندوں کا شکر گذار نہیں بنتا وہ خدا کا بھی شکر گذار نہیں بن سکتا۔ دراصل اعلیٰ اخلاق ہر نیکی کی بنیاد ہیں۔ حتیٰ کہ روحانیت بھی درحقیقت اخلاق ہی کا ایک ترقی یافتہ مقام ہے اسی لئے ہمارے آقا نے اخلاق کی درستی پر بہت زور دیا ہے اور اس بارے میں اتنی حدیثیں بیان ہوئی ہیں کہ شمار سے باہر ہیں۔

اس کے علاوہ اسلام نے اعلیٰ اخلاق کے اظہار کیلئے کسی حقدار کے حق کو نظر انداز نہیں کیا۔ خدا سے لے کر بندوں تک اور پھر بندوں میں بادشاہ سے لے کر ادنیٰ خادم تک ہر ایک کے بارے میں حسن خلق کی تاکید فرمائی ہے۔ افسر ماتحت، باپ بیٹے، خاوند بیوی، بہن بھائی، ہمسایہ اجنبی، دوست دشمن، انسان حیوان ہر ایک کے حقوق مقرر فرمائے ہیں اور پھر ان حقوق کو بہترین صورت میں ادا کرنے کی ہدایت دی ہے اور کسی چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو بھی نظر انداز نہیں کیا حتیٰ کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ اگر تم اپنے ملنے والوں کو مسکراتے ہوئے چہرہ سے مل کر ان کے دل کو خوش کرو تو یہ بھی تمہارا ایک نیک خلق ہوگا اور تمہیں خدا کے حضور ثواب کا مستحق بنائے گا۔ اور دوسری جگہ آپ فرماتے ہیں کہ رستہ چلتے ہوئے اگر کوئی کانٹے دار چیز یا پاؤں کو پھسلانے والا چھلکا یا ٹھوکر لگانے والا پتھر یا بدبو پیدا کرنے والی گندی چیز وغیرہ نظر آئے تو اسے رستہ سے ہٹا دو تا کہ تمہارا کوئی بھائی اس کی وجہ سے تکلیف میں مبتلاء نہ ہو۔

خود آپ کے اخلاق فاضلہ کا یہ حال تھا کہ کبھی کسی سوالی کو رد نہیں کیا کبھی کسی کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اسے چھوڑنے میں پہل نہیں کی، یتیموں کے سر پر شفقت کا ہاتھ رکھا، بیواؤں کی دستگیری فرمائی، ہمسایوں کو اپنے حسن سلوک سے گرویدہ کیا، چھوٹے سے چھوٹے صحابی کی بیماری کا سنا تو اس کی عیادت کو تشریف لے گئے اور اس سے شفقت اور محبت کا کلام کر کے اس کی ہمت بڑھائی۔ مدینہ میں ایک غریب بوڑھی عورت رہتی تھی جو ثواب کی خاطر مسجد نبوی میں جھاڑو دیا کرتی تھی وہ چند دن آنحضرت ﷺ کو نظر نہیں آئی تو آپ نے صحابہ سے دریافت فرمایا کہ فلاں عورت خیریت سے تو ہے؟ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ بیچاری تو مختصر سی بیماری کے بعد فوت ہوگئی اور ہم نے آپ کی تکلیف کے خیال سے آپ کو اس کے جنازہ کی اطلاع نہیں دی۔ آپ خفا ہوئے کہ مجھے کیوں بے خبر رکھا اور پھر اس کی قبر پر جا کر دعا فرمائی۔

ایک دفعہ غالباً پردہ کے احکام سے پہلے جبکہ آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت عائشہ کے پاس تشریف رکھتے تھے ایک شخص آپ سے ملنے کیلئے آیا۔ آپ نے اس کی اطلاع پا کر حضرت عائشہ سے فرمایا: یہ آدمی اچھا نہیں ہے مگر جب یہ شخص آپ کے پاس آیا تو آپ نے بڑی دلداری اور شفقت کے ساتھ اس سے گفتگو فرمائی۔ جب وہ چلا گیا تو حضرت عائشہ نے آپ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ اس شخص کو برا کہتے تھے مگر جب وہ آپ سے ملا تو آپ نے بڑی دلداری اور شفقت کے ساتھ اس سے باتیں کیں؟ آپ نے فرمایا۔ عائشہ! کیا میرا یہ فرض نہیں کہ لوگوں کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤں؟ ابوسفیان اسلام لانے سے پہلے آنحضرت ﷺ کا بدترین دشمن تھا مگر جب قیصر روما نے اس سے پوچھا کہ محمد (ﷺ) لوگوں کو کیا تعلیم دیتا ہے اور کیا اس نے کبھی تمہارے ساتھ کوئی بدعہدی یا غداری کی ہے؟ تو ابوسفیان کی زبان سے اس کے سوا کوئی الفاظ نہ نکل سکے کہ وہ بت پرستی سے روکتا ہے اور حسن اخلاق کی تعلیم دیتا ہے اور اس نے آج تک ہمارے ساتھ کوئی بدعہدی نہیں کی۔

آپ کے یہ اخلاق فاضلہ صرف انسانوں تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ آپ نے بے زبان جانوروں تک کو بھی اپنی شفقت میں شامل فرمایا۔ چنانچہ آپ اپنے صحابہ کو ہمیشہ تاکید فرماتے تھے کہ **فی کل کبد رطبۃ اجر** ''یعنی یاد رکھو کہ ہر جاندار چیز پر رحم کرنا ثواب کا موجب ہے۔'' ایک موقعہ پر ایک اونٹ جس پر زیادہ بوجھ لاد دیا گیا تھا' تکلیف سے کراہ رہا تھا۔ آپ اسے دیکھ کر بے قرار ہوگئے اور اس کے قریب جا کر اس کے سر پر محبت کے ساتھ ہاتھ پھیرا اور اس کے مالک سے کہا بے زبان جانور تمہارے ظلم کی شکایت کر رہا ہے۔ اس پر رحم کرو تا تم پر بھی آسمان پر رحم کیا جائے۔

یہ وہ اخلاق ہیں جو ہمارے آقا نے ہمیں سکھائے۔ مگر افسوس ہے کہ آجکل بہت سے مسلمان ان اخلاق کو فراموش کر چکے ہیں۔

(ماخوذ از چالیس جواہر پارے)

# حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد مرحوم

# سوانحی خاکہ

☆حضرت مسیح موعودؑ کے پوتے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مورخہ 28 فروری 1913ء کو حضرت مرزا بشیر احمدؓ صاحب کے ہاں پیدا ہوئے۔

☆ آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت قادیان میں ہوئی۔ بزرگان سلسلہ کے زیر سایہ پروان چڑھے۔

☆ ابتدائی تعلیم قادیان سے حاصل کرنے کے بعد گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کی۔

☆ اعلیٰ تعلیم کے لئے 1933ء میں انگلستان روانہ ہوئے۔ آپ حضرت مسیح موعودؑ کے پہلے پوتے تھے جو بیرون ملک حصول علم کے لئے تشریف لے گئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے بیرون ملک روانگی کے موقع پر خصوصی نصائح فرمائیں۔ انگلستان میں آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم پائی اور آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا۔

☆26 دسمبر 1938ء کو بیت النور قادیان میں حضرت مصلح موعودؓ نے اپنی بیٹی صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کا نکاح آپ کے ساتھ پڑھا۔ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ حضرت سیدہ امۃ الحی بیگم صاحبہ بنت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بطن سے ہیں۔ آپ کی اولاد نہیں تھی آپ نے مکرم ظاہر مصطفیٰ احمد ابن مکرم ناصر محمد سیال صاحب کو بیٹوں کی طرح پالا اور پروان چڑھایا۔

☆برطانیہ سے واپسی پر آپ نے تقسیم برصغیر سے قبل انڈین سول سروس کا آغاز کیا۔ آپ بطور افسر مال سرگودھا اور ملتان میں تعینات رہے۔ پھر ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ اور ڈپٹی کمشنر میانوالی رہے۔

☆تقسیم برصغیر کے ایام میں ہجرت کے دوران آپ کو جماعت کی غیر معمولی خدمت کی توفیق ملی۔

☆ آپ مغربی پاکستان میں فنانس سیکرٹری اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے عہدوں پر متعین رہے۔

☆صدر پاکستان فیلڈ مارشل جنرل محمد ایوب خان نے آپ کو ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن مقرر کیا۔ صدر ایوب خود چیئرمین تھے۔ اس عہدے پر آپ کو گراں قدر ملی خدمات کی توفیق ملی۔ پاکستان کا پنج سالہ ترقیاتی منصوبہ تیار کیا گیا۔ اس منصوبہ کے تحت تربیلا ڈیم، منگلا ڈیم اور ان سے نکلنے والی نہروں کے عظیم منصوبے شروع ہوئے۔

☆صدر پاکستان جنرل یحییٰ خان کے دور حکومت میں آپ صدر کے اقتصادی امور کے مشیر رہے۔ یہ عہدہ وفاقی وزیر کے برابر تھا۔

☆1971-72ء کا وفاقی بجٹ آپ نے پیش کیا۔ جسے ملک کے دگرگوں سیاسی ومعاشی حالات میں ایک کارنامہ قرار دیا گیا۔

☆15 ستمبر 1971ء کو CDA کے ملازم محمد اسلم قریشی نے آپ پر اسلام آباد میں قاتلانہ حملہ کیا۔ آپ شدید زخمی ہوئے اور ہسپتال داخل کروایا گیا۔ دیگر شخصیات کے علاوہ صدر پاکستان آپ کی خیریت دریافت کرنے گئے۔ حملہ آور گرفتار کرلیا گیا۔

☆1972ء میں آپ ورلڈ بنک سے منسلک ہو گئے۔ ورلڈ بنک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے سٹاف میں بطور ایگزیکٹو سیکرٹری تعینات رہے۔ یہاں سے آپ 1984ء میں ریٹائر ہوئے۔

☆1978ء میں لندن میں ہونیوالی کسر صلیب کانفرنس میں آپ نے اپنا مقالہ پڑھا۔

☆1989ء میں آپ امیر جماعت احمدیہ امریکہ مقرر ہوئے اور تادم آخر اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔ آپ کے دور امارت میں جماعت امریکہ نے غیر معمولی ترقیات حاصل کیں۔ مرکزی بیت الذکر بیت الرحمٰن کی تعمیر، دیگر بیوت الذکر ومشن ہاؤسز کی تعمیر، انٹرنیٹ پر جماعتی ویب سائٹ، MTA ارتھ اسٹیشن کا قیام، نمائش اور MTA سٹوڈیو، جلسہ سالانہ پر لنگر خانہ کا اجراء، جلسہ سالانہ امریکہ کی کارروائی MTA پر براہ راست نشر ہونی شروع ہوئی۔ مالی قربانی میں امریکہ صف اول کا ملک بن گیا۔

# جماعتی خدمات اور امارت جماعت امریکہ

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب خدا تعالیٰ کے فضل سے ایک مخلص اور فدائی خادم سلسلہ تھے۔ آپ کو مختلف اوقات میں کئی جہتوں سے جماعت کی خاموش اور اعلانیہ خدمت کی توفیق عطا ہوئی۔ آپ کئی جماعتی کمیٹیز کے ممبر اور سربراہ رہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 1986ء میں بیرون پاکستان صد سالہ جوبلی منصوبہ بندی کے لئے کمیٹی قائم فرمائی تھی۔ اس سنٹرل کمیٹی کے آپ چیئرمین دوم مقرر ہوئے۔ یہ کمیٹی 1989ء تک کام کرتی رہی۔ امریکہ میں آپ کو کئی پہلوؤں سے جماعتی خدمت کی توفیق ملی۔ لیکن آپ کی خدمات دینیہ کا ایک اہم سلسلہ 1989ء میں شروع ہوا جب آپ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے

☆ آپ کے دور امارت میں حضور انور نے 1989ء، 1991ء، 1994ء، 1996ء، 1997ء اور 1998ء میں امریکہ کے دورے فرمائے۔

☆ پاکستان کے بارہ میں پریسلر ترمیم کے خاتمہ کے لئے امریکی سینیٹر براؤن کی ترمیم جو کہ براؤن ترمیم کے نام سے مشہور ہوئی۔ اس حوالے سے آپ نے گراں قدر ملّی خدمت سرانجام دی جس پر صدر اور وزیراعظم پاکستان کی طرف سے پاکستان کی امریکہ میں سفیر نے آپ کا شکریہ ادا کیا۔

☆ جلسہ سالانہ امریکہ 2001ء میں بھی آپ نے افتتاحی و اختتامی خطابات کئے۔

☆ 2002ء میں آپ بیماری کی وجہ سے متعدد بار واشنگٹن ہسپتال میں زیر علاج رہے۔

☆ مورخہ 23/جولائی 2002ء کو پاکستانی وقت کے مطابق صبح ساڑھے نو بجے اور امریکی وقت کے مطابق 22/جولائی کی شب رات ساڑھے گیارہ بجے آپ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر کے اپنے خالق حقیقی سے جاملی۔

☆ آپ نے 89 سال، چار ماہ اور تئیس دن کی عمر پائی۔ اس لحاظ سے آپ خاندان حضرت مسیح موعودؑ کے مردوں میں اب تک سب سے لمبی عمر پانے والے وجود ہیں۔

☆ مورخہ 30/جولائی 2002ء کو بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین عمل میں آئی۔

اللہ تعالیٰ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے درجات بلند کرتے ہوئے انہیں اعلیٰ علیین میں داخل فرمائے اور ان کی خدمات کو قبول کرتے ہوئے ان کے فیض کو جاری رکھے اور آپ کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ آمین

(بشکریہ روزنامہ الفضل ربوہ)

جماعت احمدیہ امریکہ کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ اس منصب جلیلہ پر تادم آخر فائز رہے۔

آپ کے دور امارت میں جماعت احمدیہ امریکہ نے مختلف میدانوں میں ترقی اور کامیابی کے کئی سنگ میل طے کئے۔ مشن ہاؤسز کی خرید، تعمیر، نئی بیوت الذکر کے قطعات اراضی کی خرید اور ان کی تعمیر، بعض بیوت الذکر میں توسیع اور تعمیر نو کے ساتھ ساتھ جماعت امریکہ مالی قربانی میں دنیا کے صف اول کے ممالک میں شامل ہوگئی۔ آپ کے دور میں جماعت امریکہ میں ہونے والی ترقیات کی چند جھلکیاں پیش ہیں:-

## مرکزی مقام بیت الرحمٰن کی تعمیر

جماعت کی اجتماعی تقریبات کے لئے جماعت امریکہ کے پاس کوئی وسیع مرکزی بیت الذکر نہ تھی۔ واشنگٹن مشن ہاؤس جماعت کی وسعت کے لحاظ سے ناکافی ہوگیا تھا۔ چنانچہ آپ کے دور امارت کا ایک عظیم کارنامہ جماعت احمدیہ امریکہ کی مرکزی بیت الذکر "بیت الرحمٰن" کی تعمیر ہے۔ سلور سپرنگ میری لینڈ میں تعمیر ہونے والی "بیت الرحمٰن" کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 14 را کتوبر 1994ء کو فرمایا۔ اب جماعت احمدیہ امریکہ کی تقریباً تمام اہم مرکزی تقریبات یہاں منعقد ہوتی ہیں۔ اور جماعت کے مرکزی دفاتر بھی یہاں قائم ہیں۔

## مالی قربانی میں مسابقت

آپ کے دور امارت میں جماعت احمدیہ امریکہ نے مالی قربانی میں غیر معمولی ترقی کی جس کے نتیجہ میں مالی قربانی میں امریکہ دنیا بھر کے ممالک میں صف اول کا ملک بن گیا۔ چنانچہ 1996ء میں امریکہ وقف جدید میں دنیا بھر میں اول اور تحریک جدید میں دوم رہا جب کہ 1997ء وہ سال ہے جب امریکہ تحریک جدید اور وقف جدید دونوں میں دنیا بھر کے ممالک میں اول رہا۔

## نئے مشن ہاؤسز کی خرید و تعمیر

جماعت امریکہ کی ترقیات اور بڑھتی ہوئی ضروریات کے پیش نظر اس میدان میں بھی آپ کے دور میں غیر معمولی ترقی ہوئی اور 2001ء تک امریکہ کے مشن ہاؤسز کی تعداد تقریباً 40 ہو چکی تھی۔ جماعت کے اولین مشن شکاگو کی پرانی بیت الصادق کی از سر نو تعمیر ہوئی جس کا افتتاح حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے 23 را کتوبر 1994ء کو فرمایا۔ متعدد مقامات پر نئے مشن ہاؤسز اور بیوت الذکر کی تعمیر ہوئی۔ قطعات اراضی خریدے گئے ہیں اور تعمیری کام زیر کارروائی ہے۔ جن میں سان فرانسسکو، پورٹ لینڈ، ڈیلس ٹیکساس، بوسٹن مشن ہاؤس کی تعمیر، اولڈ برج نیو جرسی مشن ہاؤس، البنی مشن ہاؤس نیویارک، سان ہوزے مشن ہاؤس کیلی فورنیا، میامی فلوریڈا، فلاڈیلفیا، ڈیٹرائیٹ، کولمبس اوہایو، ہیوسٹن، ورجینیا میں قطعہ اراضی اور شکاگو میں نئی عمارت وغیرہ۔ ان میں بعض پر کام جاری یا مکمل ہو چکا ہے۔

## متفرق سنگ میل

### لنگر خانہ کا اجراء:

آپ ہی کے دور امارت میں 1992ء میں پہلی بار جلسہ سالانہ امریکہ (منعقدہ نیویارک) میں لنگر خانہ کا نظام جاری ہوا جو اب بڑی کامیابی کے ساتھ ہر سال جلسہ پر جاری ہے قبل ازیں بازار سے تیارہ شدہ کھانا استعمال ہوتا تھا۔

### نمائش:

جماعت احمدیہ امریکہ کی نمائش کا قیام ہوا۔

### MTA ارتھ اسٹیشن:

جماعت احمدیہ کینیڈا اور امریکہ کے تعاون سے MTA ارتھ اسٹیشن کا قیام بیت الرحمٰن کے ساتھ ہوا جس کا افتتاح حضور انور نے 14 را کتوبر 1994ء کو فرمایا۔ ارتھ اسٹیشن سے MTA کی نشریات مختلف ممالک تک پہنچائی جاتی ہیں۔

### جماعتی ویب سائٹ:

1995ء میں جماعت احمدیہ کی انٹرنیٹ پر ویب سائٹ امریکہ سے قائم ہوئی اور حضور انور کا خطبہ، ایم ٹی اے کے دیگر پروگرام، جماعتی تعارف اور دیگر بہت سی دینی معلومات کا انٹرنیٹ پر اجراء ہوا۔

### MTA سٹوڈیو:

1996ء میں امریکہ میں ایم ٹی اے سٹوڈیو کا قیام ہوا۔

### جلسہ سالانہ کی نشریات:

آپ ہی کے دور میں جلسہ سالانہ امریکہ کی کارروائی براہ راست MTA کے ذریعہ دنیا بھر میں نشر ہونی شروع ہوئی۔

### حضور انور کے دورے

حضرت صاحبزادہ صاحب کو یہ اعزاز اور خوش قسمتی بھی نصیب ہوئی کہ آپ کے دورے امارت میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے امریکہ کے متعدد دورے فرمائے۔ چنانچہ حضور انور 1989ء، 1994ء، 1997ء اور 1998ء میں امریکہ تشریف لے گئے۔

### فتح و ظفر کی بشارتیں

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو یہ سعادت اور اعزاز حاصل ہے کہ حضور انور کو کئی رؤیا و کشوف میں آپ کا وجود دکھائی دیا گیا۔ جس کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے جماعت

احمدیہ کی فتح وظفر اور ترقیات سے تعبیر فرمایا۔

### ایم ایم احمد کی آواز میں فتح وظفر کی بشارت

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ خطبہ جمعہ 6 نومبر 84ء میں فرماتے ہیں۔

جن دنوں پاکستان کے حالات کی وجہ سے بعض راتیں شدید کرب میں گزریں تو صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی شوکت کے ساتھ الہاماً فرمایا ''السلام علیکم'' اور یہ آواز بڑی پیاری' روشن اور کھلی آواز تھی جو مرزا مظفر احمد صاحب کی معلوم ہو رہی تھی یعنی یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے باہر سے ہی السلام علیکم کہنا شروع کر دیا ہے اور داخل ہونے سے پہلے السلام علیکم کہتے ہوئے کمرے میں آ رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت تو خیال بھی نہیں تھا کہ یہ الہامی کیفیت ہے کیونکہ میں پوری طرح جاگا ہوا تھا لیکن اس وقت جو ماحول تھا اس سے تعلق کٹ گیا تھا۔ میرا فوری ردعمل یہ تھا کہ میں اٹھ کر باہر جا کر ان سے ملوں لیکن اسی وقت یہ کیفیت ختم ہو گئی اور مجھے پتہ چلا کہ یہ تو خدا تعالیٰ نے بشارت دی ہے اور اس میں نہ صرف یہ کہ السلام علیکم کا وعدہ دیا گیا ہے بلکہ ظفر کا وعدہ بھی ساتھ عطا فرما دیا ہے کیونکہ مظفر کی آواز میں السلام علیکم پہنچانا یہ ایک بہت بڑی اور دوہری خوشخبری ہے۔ پہلے بھی ظفر اللہ خاں ہی خدا تعالیٰ نے دکھائے اور دونوں میں ظفر ایک قدر مشترک ہے۔ (روزنامہ الفضل 26 دسمبر 98ء)

☆☆☆☆☆

# خلافت کا وفادار اور اتفاق واتحاد کا نقیب

(مکرم شمشاد احمد ناصر صاحب۔ مربی سلسلہ امریکہ)

قومی، ملکی اور جماعتی سطح پر خوب جانی پہچانی شخصیت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جو کہ ایم ایم احمد کے نام سے مشہور تھے 22 جولائی 2002ء کو مولائے حقیقی سے جا ملے۔

بلانے والا ہے سب سے پیارا
اسی پہ اے دل تو جاں فدا کر

آپ کافی عرصہ سے بیمار تھے۔ بیماریوں میں کمر کی تکلیف اور کمزوری غالب اور نمایاں رہی۔ آپ کی بیماری کے دوران مکرمہ صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ، مکرم صاحبزادی امتہ الجمیل بیگم صاحبہ، ظاہر مصطفیٰ صاحب اور آپ کے خادم مکرم محمد صدیق بھٹی صاحب نے جس قدر آپ کی خدمت کی اسے الفاظ میں بیان کرنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔ آمین۔

امریکہ کے وقت کے مطابق 22 جولائی کو رات ساڑھے گیارہ بجے (پاکستان میں 23 جولائی) ہسپتال میں آپ کی وفات ہوئی۔ اسی وقت ظاہر احمد مصطفیٰ صاحب نے خاکسار کو بذریعہ فون اطلاع دی۔ اگلے دن آپ کو غسل دیا گیا۔ جن دوستوں کو

غسل دینے کی سعادت حاصل ہوئی ان میں مکرم منیر احمد خان صاحب، مکرم سید محمد احمد صاحب ابن مکرم سید میر محمود احمد صاحب ناصر مکرم مرزا محمود احمد صاحب ابن مکرم صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور خاکسار سید شمشاد احمد ناصر مربی سلسلہ واشنگٹن تھے۔

تمام جماعتوں کو اور احباب کو اطلاع کر دی گئی تھی۔ جمعۃ المبارک مورخہ 26 جولائی بعد نماز مغرب وعشاء آپ کی نماز جنازہ مکرم ڈاکٹر احسان اللہ ظفر صاحب قائمقام امیر جماعت احمدیہ امریکہ نے پڑھائی۔ جس میں 2 ہزار سے زائد احباب کو شمولیت کی توفیق ملی۔

نماز جنازہ سے 2 گھنٹے قبل آپ کی میت بیت الرحمان کی بیس منٹ میں آ چکی تھی جہاں احباب نے آپ کا آخری دیدار کیا۔ اس موقعہ پر دوسرے غیراز جماعت اور اعلیٰ شخصیات بھی موجود تھیں۔ مکرم مولانا نسیم مہدی صاحب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا قریباً 150 احباب کے ساتھ کینیڈا سے تشریف لائے اور نماز جنازہ میں شامل ہوئے۔ اگلے دن آپ کا جنازہ بذریعہ PIA پاکستان لے جایا گیا اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں آپ کی تدفین ہوئی۔

سب کہاں کچھ لالہ و گل میں نمایاں ہو گئیں
خاک میں کیا صورتیں ہونگی کہ پنہاں ہو گئیں

خاکسار کو یہاں واشنگٹن میں ساڑھے چھ سال سے زائد عرصہ تک محترم صاحبزادہ صاحب کی راہنمائی میں کام کرنے کی توفیق ملی اور اس طرح اس غیر معمولی وجود کو قریب سے دیکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ اس مضمون میں آپ سے متعلق چند یادیں اور یادداشتیں لکھ رہا ہوں۔

## آپ سے پہلی ملاقات

10 ستمبر 1987ء کو خاکسار لندن ائر پورٹ پر واشنگٹن آنے کے لئے برٹش ائرویز کے انتظار میں تھا کہ اچانک میری نظر مکرم صاحبزادہ صاحب پر پڑی۔ آپ جلسہ سالانہ UK میں شمولیت کے بعد واپس امریکہ آ رہے تھے۔ خاکسار نے پاس جا کر سلام عرض کیا اور اپنا تعارف کرایا۔ آپ نے پوچھا کہ پہلی بار واشنگٹن جا رہے ہو۔ عرض کیا جی ہاں اس کے بعد ہم جہاز میں سوار ہو گئے۔ واشنگٹن پہنچنے میں ابھی نصف گھنٹہ باقی تھا کیا محترم میاں صاحب میرے پاس تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ کیا مشن میں آپ کی آمد کی اطلاع ہے عرض کی کہ اطلاع ہے۔ فرمانے لگے کہ میں تو جلدی باہر چلا جاؤں گا اور دیکھ لوں گا کہ آیا آپ کو کوئی لینے آیا ہے کہ نہیں؟ تو آپ کو بتا دوں گا۔ آپ کی امیگریشن سے کلیرنس جلدی ہوگئی۔ آپ باہر گئے اور تھوڑی دیر بعد واپس اندر تشریف لے آئے اور مجھے فرمایا کہ آپ کو لینے کے لئے مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب تشریف لائے ہوئے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ چلے جائیں گے اس لئے میں جاتا ہوں۔ یہ میری حضرت میاں صاحب کے ساتھ پہلی ملاقات تھی لیکن ایسی تھی کہ اس نے ایک حسین یاد تا حیات پیچھے چھوڑی ہے۔

## خلیفۃ المسیح سے محبت اور احترام خلافت

آپ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ سے عمر میں بڑے تھے۔ کزن تھے، بھائی تھے لیکن کبھی بھی رشتہ داری یا بڑا ہونے کی وجہ سے احترام خلافت میں فرق نہ آنے دیتے تھے۔ حضور انور جب بھی امریکہ تشریف لاتے اپنی بیماری و کمزوری صحت کے باوجود سب پروگراموں میں باقاعدہ ساتھ ساتھ شامل رہتے۔ تکلیف یا تھکن کا احساس تک نہ ہونے دیتے۔ حضور انور کی ہر ضرورت کا خیال رکھتے۔ جس کمرہ میں حضور نے ٹھہرنا ہوتا وہاں پر ٹی وی رکھا ہوتا تو ایک الگ کاغذ پر ٹائپ کروا کر رکھتے کہ TV کس طرح استعمال کرنا ہے۔ MTA یا دوسرے چینلز کس طرح لگانا ہے وغیرہ۔

حضور انور کو خط لکھتے تو یا سیدی کے الفاظ سے۔ پھر کوشش کرتے کہ خط مختصر اور بامعنی ہو۔ بڑے جچے تلے الفاظ استعمال کرتے۔ اگر کبھی کوئی مضمون کسی رسالے یا میگزین میں پڑھا اور آپ نے سمجھا کہ اس میں حضور کی بھی دلچسپی ہو گی تو وہ ضرور حضور کی بھجواتے۔ اسی طرح اخبار میں کوئی مضمون یا خبر۔ یا کوئی کتاب شائع ہوئی اور اس میں احمدیت کا ذکر وغیرہ تو آپ اس کا خود مطالعہ کرتے اور سارے مضمون کا خلاصہ حضور ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجواتے۔ خلاصہ اتنا جامع ہوتا تھا کہ پھر وہ کتاب یا میگزین کو دیکھنے کی بھی ضرورت نہ پڑتی ہوگی اور اس سے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے قیمتی وقت کو بھی بچانا مدنظر ہوتا تھا۔

## خدمت دین کا جذبہ اور احباب جماعت سے محبت

بیماری کے ایام میں ہر ملنے والے سے یہی درخواست کرتے کہ میری صحت کے لئے دعا کریں تا کہ میں اچھی طرح خدمت دین کر سکوں۔ 2001ء کو شوریٰ کے موقع پر آخری اجلاس میں آپ نے جماعت کو قربانیوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرمایا کہ وقت کا تقاضا ہے کہ ہم ہر قسم کی قربانی کریں اور پھر غلبہ دین حق کی ایک پیشگوئی جو حضرت مسیح موعودؑ نے تذکرۃ الشہادتین میں لکھی ہے پڑھ کر سنائی اور یہ شعر بھی سنایا۔

اس دین کی شان و شوکت یارب مجھے دکھا دے

ساتھ ہی فرمایا کہ جماعت کے لوگوں کو عمدہ نمونہ اختیار کرنا چاہئے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنا چاہئے۔ حضرت مسیح موعود نے جو یہ فرمایا ہے کہ میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اس میں لفظ رکھوں گا ہے، کروں گا نہیں، تا کہ یہ بات مدنظر رہے کہ میں یہ کام مستقل بنیادوں پر کرتا چلا جاؤں گا۔

آپ نے حضرت مسیح موعود کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کی ساری زندگی کا مطالعہ کریں کہ کس طرح اور کن مشکل حالات میں آپ نے دن رات دین کا کام کیا اور ان حالات میں جب کہ نہ بجلی نہ ائر کنڈیشن، گرمی میں سردی میں کام میں مصروف رہ کر 80 سے زائد کتب بھی لکھیں۔

محترم میاں صاحب نے رفقاء حضرت مسیح موعود کی زندگی کے واقعات بھی بیان کئے جو کہ جماعت کیلئے مشعل راہ ہیں۔ اسی شوریٰ کے موقع پر آپ نے بچوں کی تربیت کی طرف بھی توجہ دلائی اور فرمایا کہ حضرت مصلح موعود کی نظم ''نونہالان جماعت مجھے کچھ کہنا ہے'' ترجمہ کے ساتھ شائع کی جائے اور خدام الاحمدیہ یہ کام کرے۔ ایک موقع پر جماعت کو یہ بھی نصیحت کی کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا اور What I have done today in the service of (-) Ahmadiyyat کے سٹکرز بنوا کر گھروں میں لٹکائیں تا کہ یہ نصیحت ہر وقت ہر احمدی کے مدنظر رہے۔

انصاراللہ کا اجتماع تھا۔ محترم امیر صاحب بیمار تھے۔ صدر صاحب انصاراللہ نے خاکسار کو اختتامی پروگرام میں تقریر کے لئے لکھا۔ میں محترم امیر صاحب سے راہنمائی لینے کے لئے ان کے گھر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک تو میری طرف سے سب کو السلام علیکم کہہ دیں اور دوسرے جماعت میں پیار و محبت (Tolrence) اور خصوصاً ازدواجی تعلقات کو بہتر بنانے کی تلقین کریں نیز فرمایا کہ اگرچہ ہماری جماعت میں خدا کے فضل سے قضائی جھگڑے زیادہ نہیں ہیں لیکن ہمارے لئے تو ایک جھگڑا بھی بہت ہے آپ اپنی تقاریر میں بھی پیار و محبت اور اتحاد سے رہنے کی تلقین کرتے اور حضرت مسیح موعود کے واقعات و تحریرات جن میں اتحاد کی بات ہوتی پڑھ کر سناتے۔ بعض اوقات تو خود سناتے سناتے رقت طاری ہو جاتی اور ساتھ ہی سب سامعین کو بھی رلاتے۔ اکثر شوریٰ کے موقع پر آپ کا موضوع پیار و محبت ہی ہوتا تا کہ دور دراز سے آئے ہوئے نمائندگان جماعتوں میں پیار و محبت کا پیغام پہنچا دیں۔ 2001ء کے جلسہ سالانہ امریکہ کے موقع پر اپنے صدارتی خطاب میں بھی پیار و محبت کے ساتھ رہنے کی تلقین فرمائی اور غلبہ احمدیت کی حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں پڑھ کر سنائیں۔ آپ کمزور تھے لیکن پیشگوئی کے الفاظ نہایت پرشوکت آواز میں سناتے تھے۔ جلسہ کے فوراً بعد غانین احمدی اپنے مخصوص انداز میں صلِّ علیٰ نبینا اور درود شریف پڑھنے لگے اور دعا کے بعد لوگ فوراً آپ کی طرف بڑھنے لگے سلام کرنے لگے۔ پیار و محبت کا یہ عجیب منظر تھا۔

آپ کی امارت کا ایک خاص وصف یہ تھا کہ جماعت کے اندر خدا تعالیٰ کے فضل سے یکجہتی اور اتحاد پیدا ہوا۔ یہ آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیشہ جماعت کو اتحاد اور پیار و محبت سے رکھے اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین۔

آپ کو کمر کی تکلیف لمبے عرصہ سے چلی آ رہی تھی آپ کے لئے کھڑے ہونا مشکل ہوتا تھا نماز بھی کرسی پر بیٹھ کر ادا کرتے تھے۔ لیکن جماعت کی تمام میٹنگز میں شمولیت فرماتے۔ بعض اوقات میٹنگ لمبی ہو جاتی لیکن کبھی تکلیف کا اظہار نہ کرتے۔

آخری میٹنگ جس میں آپ نے شرکت کی وہ 16 ستمبر 2001ء کو بیت الرحمٰن میں تھی۔ 11 ستمبر کا سانحہ اس میٹنگ کا سبب بنا۔ محترم میاں صاحب نے خاکسار سے فرمایا بیت الرحمٰن میں ایک دعائیہ تقریب کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ جلدی جلدی ایک بڑا بینر مکرم کلیم اللہ خان صاحب سے بنوایا گیا۔ جو بیت الذکر کے باہر لگا دیا کہ 16 ستمبر کو ہم دعائیہ تقریب کر رہے ہیں سب کو شمولیت کی دعوت ہے۔ آپ بیماری کے باوجود بنفس نفیس اس دعائیہ تقریب کے لئے تشریف لائے اور اجلاس کی صدارت کی۔ مختلف مذاہب کے 200 سے زائد لوگ اس میں شامل ہوئے۔ خاکسار باری باری لوگوں کو دعا کے لئے اور اپنے اپنے خیالات کے اظہار کے لئے بلا رہا تھا۔ کسی نے چھوٹی کسی نے لمبی تقریر کی اور اس واقعہ کی مذمت کرتے ہوئے صبر اور استقامت کی تلقین کی۔ تقریباً 20 سے زائد مقررین نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ سب کی سنی اور احترام انسانیت میں سب کے ساتھ کھڑے ہوئے آخر میں آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مذہبی رواداری کے تین واقعات سنائے اور دعا پر یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔

ایک دفعہ ایک شادی کے موقعہ پر تشریف لے گئے۔ دولہا اور دیگر شخصیات کے لئے پلیٹ فارم بنایا ہوا تھا۔ آپ اس پر چڑھنے لگے تو پاؤں پھسل گیا اور شدید تکلیف ہوئی لیکن آپ ضبط کر کے پورا وقت بیٹھے رہے اور اس کا احساس تک نہ ہونے دیا تا کہ شادی والوں کو زحمت اور شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

بیماری کے ایام میں آپ گھر پر بھی صاحب فراش رہے اور متعدد مرتبہ ہسپتال داخل رہے جب بھی خاکسار یا کوئی دوست ملنے گیا۔ آپ نے یہی کہا کہ میری صحت کے لئے دعا کریں تا کہ میں زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت کر سکوں۔ بیماری میں ملاقات کے دوران خاص طور پر جماعت کا حال پوچھتے اور غیر مذاہب سے رابطے کے بارے میں پوچھتے تھے۔ کیونکہ سانحہ 11 ستمبر کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی راہنمائی میں مذہبی راہنماؤں سے کافی تعلقات بڑھائے گئے۔

## کام کا طریق کار اور احتیاط

مجلس عاملہ یا شوریٰ کی کارروائی کے دوران آپ صدارت کرتے تھے اور لوگ اپنے اپنے خیالات کا اظہار کرتے تھے۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی نے کوئی

اعتراض اٹھایا ہو تو آپ نے فوری دفاع کرنا شروع کر دیا ہو بلکہ ہر ایک کی بات سن کر نوٹس لکھتے جاتے ہر ایک کی رائے غور سے سنتے۔ آخر میں سب باتوں کا نچوڑ اور خلاصہ نکال کر فیصلہ صادر فرماتے۔ بعض اوقات جس شعبہ کے بارے میں بات ہو رہی ہوتی اسے فرماتے کہ وضاحت کریں اگر کسی کی طرف سے خط آیا کہ میں نے اپنے سابقہ خط میں آپ کو یہ لکھا تھا تو دفتر کو ہدایت تھی کہ اس کا وہ خط بھی ساتھ لگائے۔ بعض معاملات میں تو پوری ایک فائل بن جاتی۔ آپ ہر ایک صفحہ کو غور سے پڑھتے اور اصل نتیجہ اخذ کرنے کے بعد متعلقہ شعبہ کو اس کے بارے میں ہدایت کرتے۔ کسی کا دعائیہ خط بھی بڑا سنبھال کر رکھنا پڑتا کہ کہیں وہ دوبارہ کسی وقت اس خط کا حوالہ ہی نہ دے۔

عام طریق ڈاک دیکھنے کا یہ تھا کہ مکرم ملک سعید صاحب ریٹائرڈ کرنل جو کہ شارٹ ہینڈ بہت مہارت سے جانتے ہیں صبح دس گیارہ بجے ان کے پاس ڈاک لے کر چلے جاتے جو آپ عموماً ڈرائینگ روم میں بیٹھ کر ملاحظہ کرتے۔ سب سے پہلے گزشتہ دن کی ڈاک کی جو ڈکٹیشن دی ہوتی وہ دیکھتے۔ ایک ایک لفظ پڑھتے اور پھر دستخط کرتے دوران کام خلل اندازی بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ اگر کسی نے ڈسٹرب کرنے کی کوشش کی تو فوراً سختی سے منع کر دیتے تھے۔

## ہمہ وقت میسر تھے

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعتی تنظیمیں یہاں فعال ہیں۔ اور اپنے اپنے سالانہ اجتماعات کرتی ہیں۔ خدام، انصار اور لجنہ کے صدر صاحبان اپنے اپنے اجتماعوں کے پروگرام منظوری کے لئے بھجواتے آپ مجھے Mark کرتے کہ دیکھو ٹھیک ہیں، خاکسار اپنا تبصرہ دیتا تو پھر اپنی طرف سے اس تنظیم کے صدر کو خط لکھ دیتے کہ یہ یہ درستگی کر لیں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ جو بات میں نے لکھی اس کو اسی طرح اگلے شعبہ میں پہنچا دیا ہوتا کہ مربی اور دوسرے افسران کے درمیان کہیں اس سے کشیدگی نہ پیدا ہو جائے۔

اکثر معاملات میں خاکسار کو ساتھ رکھتے اور مشورہ فرماتے۔ فون پر بھی مشورہ کر لیتے۔ گھر پر فون کرتے تو ہمیشہ یہ ضرور کہتے کہ میں مظفر احمد بول رہا ہوں۔ تا کہ اگر کسی اور نے فون اٹھایا ہو تو اسے پتہ چل جائے کہ کس نے فون کیا ہے۔

جماعتی کاموں میں ایک خصوصیت آپ میں یہ دیکھی کہ آپ ہر وقت لوگوں کو میسر تھے۔ جب کوئی چاہتا فون کر لیتا۔ ملنے کے لئے وقت لے کر آ جاتا۔ اپنا قصہ سنا لیتا۔ آپ تحمل اور صبر سے سب کی بات سنتے۔ سب سے بڑی بات یہ کہ جس سے ناراض ہوتے اس کی شکایت مرکز کو نہ لگاتے تھے۔ قضائی معاملات میں بھی کبھی ایسی بات سامنے آ جاتی یا کسی کی شکایت ضرور کرنی ہوتی پھر بھی یہی کوشش کرتے کہ کسی طرح معاملہ حل ہو جائے۔ سلجھ جائے اور یہ نوبت ہی نہ آئے کہ شکایت کرنی پڑے۔

## ہر کام میں احتیاط

آپ ہر کام میں بہت احتیاط کرتے۔ خواہ کسی قسم کا بھی کیوں نہ ہو اپنی بیماری سے متعلق چھوٹی سی بات بھی تحریر میں لا کر اپنے ڈاکٹر کو بتاتے۔ ایک دفعہ میاں صاحب کا گلا خراب ہو گیا۔ آپ دفتر تشریف لائے اور کسی کو بھیجا کہ شمشاد کو بلا لاؤ۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا فرمانے لگے کہ گلا خراب ہے یہ ہومیوپیتھی کی دوائی مجھے بنوا دو۔ میں دوائی بنوا کر لے گیا۔ آپ نے دوائی دیکھی اور ایک توقف کے بعد کہنے لگے کہ بی بی کو دکھا دو کہ آیا یہی دوائی ہے۔ میں دوائی لے کر صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ کے پاس گیا اور پوچھا کہ آیا یہی دوائی ہے۔ بی بی نے کہا کہ ہاں۔ چنانچہ پھر آپ نے دوائی لی۔

احتیاط میں ایک اور نمایاں بات یہ ہے کہ آپ کسی تحریر کو بغیر پڑھے دستخط نہ کرتے تھے۔ مکرم ملک سعید صاحب آپ کے پاس ڈاک لے جاتے اور ڈکٹیشن لیتے اگلے دن وہ تمام خطوط ٹائپ کر کے لے جاتے تا کہ آپ دستخط کر سکیں۔ آپ ہر خط کو پڑھتے، ہر لفظ چیک کرتے، ان کے سپیلنگ چیک کرتے اور تصحیح کرتے۔ بعض اوقات تو فرماتے کہ یہ لفظ میں نے نہیں لکھوایا تھا۔ اتنی زبردست یادداشت تھی۔ پھر کہیں جا کر دستخط کرتے اور خط روانہ ہوتا تھا۔

نکاح کے فارموں پر بھی بڑی احتیاط فرماتے، دستخط اس وقت تک نہ کرتے جب تک میں اسے اچھی طرح چیک نہ کر لوں۔ خاکسار سے اگر کہیں کوتاہی ہو جاتی تو فوراً پکڑ لیتے اور فرماتے کہ یہ معاملہ ابھی واضح نہیں ہے اس کو واضح کرائیں پھر دستخط ہوں گے کئی بار ایسا ہوا کہ شادی کرنے والے کا دوسرا یا تیسرا نکاح ہے۔ اس پر تو خوب پکڑ ہوتی فرماتے کہ آیا اس نے لڑکی والوں کو اطلاع دی ہے کہ یہ اس کا دوسرا یا تیسرا نکاح ہے۔ ان کو اچھی طرح حالات بتائے ہیں۔ بعض اوقات نہیں بلکہ ہمیشہ ایسے معاملات میں مجھ سے متعلقہ فیملی یا وہاں کے امیر صاحب، صدر صاحب کے نام خط لکھوایا کہ لڑکی والوں کو اس بات کی اطلاع کر دو کہ وہ پوری طرح چھان بین اور تسلی کر لیں تا کہ کل کو کوئی پیچیدگی کھڑی نہ ہو۔

## جماعتی رقوم کے خرچ میں احتیاط

آپ ہر میٹنگ میں اور ہر مجلس میں یہ بات بڑی وضاحت سے فرماتے کہ جماعتی چندہ جات اور رقوم امانت ہیں ان کو اپنی ذاتی رقم کی نسبت زیادہ احتیاط سے خرچ کرنا چاہئے اور پھر مثالیں بھی دیتے۔ مجلس عاملہ میں نمائندگان کو مشن ہاؤسز اور بیوت الذکر میں پانی، بجلی اور گیس وغیرہ کے خرچ میں بھی کفایت شعاری کی بہت تلقین فرماتے۔

آپ جب دفتر تشریف لاتے اور نماز کا وقت ہوجاتا تو وضو کے بعد ہاتھ منہ خشک کرنے کے لئے ٹاول پیپر استعمال کرتے۔ بعض اوقات میں بھی ساتھ ہوتا اور 2 ٹاول پیپر آپ کو دیتا جو چھوٹے چھوٹے ہوتے تھے۔ جب کہ عام آدمی تو 3-4 استعمال کرتا ہے لیکن آپ نے کبھی بھی دو ٹاول پیپر استعمال نہیں کئے صرف ایک سے ہی تھوڑا بہت خشک کر لیتے اور قمیص کی آستین اتار کر اپنا کوٹ پہن لیتے۔

## کارکنان سلسلہ کی عزت وحوصلہ افزائی

آپ جب بھی تقریر کرتے آخر میں کارکنان سلسلہ کے لئے ضرور دعا کی تحریک کرتے آپ کے گھر کوئی کارکن ملنے جاتا تو اس کی عزت وتکریم کے علاوہ تواضع بھی کرتے پاکستان سے آئے ہوئے مجھے ابھی بہت تھوڑا عرصہ ہوا تھا۔1988ء کی مجلس شوریٰ نیوجرسی میں ہو رہی تھی۔ اس وقت مکرم مولانا شیخ مبارک احمد صاحب امیر تھے۔ شام کو پہلے اجلاس میں سب کمیٹیوں کا تقرر ہوا۔ آپ فنانس کمیٹی کے چیئر مین تھے۔ کسی نے میرا نام فنانس سب کمیٹی کے لئے لکھوایا۔ حالانکہ مجھے تو کوئی تجربہ بھی نہ تھا جب فنانس سب کمیٹی کا اجلاس شروع ہوا تو محترم میاں صاحب صدارت کر رہے تھے اور آپ کے ساتھ سیکرٹری فنانس بیٹھے تھے۔ میں دیگر ممبران کے ساتھ سامنے بیٹھا تھا۔ آپ نے مجھے اسی وقت بلا کر اپنے ساتھ دوسری طرف بٹھا لیا۔ یہ آپ کی عین نوازش اور مہربانی تھی۔

واشنگٹن آنے سے قبل خاکسار ڈیٹن اور ہیوسٹن میں تھا۔ عید کے موقع پر خاکسار آپ کی خدمت میں عید مبارک کا خط لکھتا تو آپ جواب دیتے، نہ صرف یہ کہ اپنے ہاتھ سے خط لکھتے بلکہ اپنے خط میں حوصلہ افزائی بھی کرتے کہ آپ کا کام ٹھیک ہے۔ اور دعا بھی کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ مزید کی توفیق دے۔ آمین۔

نماز جمعہ کے لئے تشریف لاتے تو بڑی خاموشی کے ساتھ آ کر کرسی پر بیٹھ جاتے دوران خطبہ آپ نے کبھی اوپر نگاہ کر کے نہیں دیکھا۔ آپ نے کبھی بھی یہ نہیں کہا کہ تم نے یہ کیا خطبہ دیا۔ یا تمہاری انگریزی ٹھیک نہیں تھی۔ یا تم نے آج یہ یہ غلطیاں کی ہیں وغیرہ کبھی بھی آج تک ایک لفظ بھی محترم میاں صاحب نے نہیں کہا اگر کبھی کہا بھی تو صرف یہ کہا آج تمہاری تقریر بہت اچھی تھی یا آج تمہارا خطبہ بہت اچھا تھا۔ تقریر کی پسندیدگی کا اظہار دوستوں کے پاس کرتے۔ الحمد للہ سال 2000ء میں رمضان المبارک کے ابتداء میں نماز عشاء کے وقت خاکسار کا گلا بیٹھ گیا اور آواز نکلنی مشکل ہوگئی اور ہوتے ہوئے آواز بالکل ختم ہو کر رہ گئی اس دن نماز تراویح بھی نہ پڑھا سکا اور یہ کیفیت 3 ماہ تک جاری رہی۔ آپ نے ایک مرتبہ بھی قولاً یا فعلاً یا اشارۃً بھی احساس نہ ہونے دیا بلکہ ہمیشہ یہی فرماتے کہ انشاء اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹھیک ہو گا علاج جاری رکھیں اور میری خیریت دریافت کرتے رہتے۔

میرے والد صاحب کا بھی آنکھوں کا آپریشن ہوا تو گھر بار بار فون کرتے اور خیریت دریافت کرتے۔

ایک دفعہ میری طبیعت خراب تھی۔ میں دفتر نہ گیا۔ آپ نے دفتر کسی کام کے لئے فون کیا تو میاں صاحب کو پتہ لگا کہ میری طبیعت خراب ہے۔ اسی وقت گھر فون کیا اور میری خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھے دفتر سے پتہ چلا ہے کہ تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔ پورا آرام کرو۔ طبیعت ٹھیک ہونے پر دفتر جانا۔ صرف تمہاری طبیعت پتہ کرنے کے لئے فون کیا ہے۔

شروع شروع کی بات ہے مکرم ظفر احمد صاحب سرور مسجد فضل واشنگٹن میں مربی تھے اور آپ کے ساتھ کام کرتے تھے۔ انہیں پاکستان چھٹی پر جانا تھا۔ محترم امیر صاحب نے ظفر صاحب کی غیر حاضری میں مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کے لئے بلا لیا۔ ان دنوں اللہ تعالیٰ کے فضل سے آپ کی صحت بہت اچھی تھی۔ باقاعدگی سے دفتر تشریف لاتے۔ ایک دفعہ دفتر آئے کام کیا۔ قریباً ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد مجھے آواز دی کہ مجھے گھر چھوڑ آؤ۔ میری اس وقت فیملی ساتھ نہ تھی۔ دوپہر کا وقت تھا میں آٹا گوندھ رہا تھا تاکہ کھانا تیار کر سکوں۔ میں نے بتایا کہ کھانا تیار کر رہاں ہوں۔ تھوڑی دیر میں چلتے ہیں کہنے لگے کہ ٹھیک ہے۔ ابھی 2 منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ پھر آواز دی کہ ابھی چھوڑ آؤ۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپ کو گھر لے آیا۔ واپسی کی اجازت چاہی تو فرمانے لگے کہ نہیں اندر آؤ ہمارے آنے سے پہلے کھانا لگ چکا تھا۔ میں نے کھانا کھایا۔ آپ نے بھی ساتھ ہی کھانا کھایا دوبارہ واپسی کی اجازت چاہی تو روک لیا۔ اتنے میں بی بی امۃ الجمیل صاحبہ کم وبیش ایک ہفتہ کا کھانا ڈبوں میں بند کر کے لے آئیں اور آپ نے کمال محبت اور شفقت سے فرمایا کہ یہ ساتھ لے جاؤ۔ راستہ میں آپ نے مجھے یہ بالکل نہیں بتایا کہ میں نے گھر کھانے کا انتظام کرا دیا ہے۔

ایک دفعہ جلسہ سالانہ کے موقع پر افسر جلسہ سالانہ نے اپنے نائبین کا تقرر کیا۔ ایک نائب کے نیچے خاکسار کو بطور ناظم رکھ دیا۔ آپ نے فوراً افسر صاحب جلسہ کو توجہ دلائی کہ ان کو تو نائب افسران میں رکھنا چاہئے تھا نہ کہ ان کے ماتحت۔

## احباب کی خوشیوں میں شرکت

آپ کی رہائش پوٹامک (Potomac) واشنگٹن کے علاقہ میں تھی۔ آپ کے گھر سے بیت الرحمٰن قریباً 45 منٹ کی Drive پر ہے۔ فاصلے بھی بہت زیادہ ہیں۔ تاہم دوستوں کی خواہش ہوتی تھی کہ آپ ان

کے بچوں کی شادیوں میں شامل ہوں۔ باوجود بیماری کے کوشش کر کے جاتے اور بیگم صاحبہ بھی ساتھ ہوتیں۔تحفہ تحائف بھی دیتے۔ اگر آپ بیماری کی وجہ سے نہ جاسکتے تو پھر مبارک باد کا خط ضرور لکھواتے۔

چند دن ہوئے مجھے ظاہر مصطفیٰ صاحب نے بتایا کہ ہمارے فنانس کے دفتر میں مکرم رشید احمد صابر صاحب کام کرتے ہیں بڑے مخلص کارکن ہیں ان کے بیٹے کی شادی تھی لیکن میاں صاحب بیماری کی وجہ سے شرکت نہ کر سکے۔لیکن ساتھ ہی بتایا کہ میاں صاحب نے کہا تھا کہ ان کو گھر دعوت پر بلانا ہے کیونکہ میں شادی میں شرکت نہیں کر سکا۔ چنانچہ ان کی دعوت میاں صاحب کی وفات کے بعد برادرم ظاہر احمد صاحب نے کی۔

خاکسار کے بلانے پر بھی کئی مرتبہ مع اہل خانہ دلداری کے لئے تشریف لاتے اور دوستوں کے ساتھ بے تکلفی سے باتیں کرتے۔

ایک شادی کا موقع تھا۔ میں آپ کے ساتھ بیٹھا تھا۔ مجھ سے آپ نے کسی کے بارے میں پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ اس بات کا جواب ایک شعر میں دیتا ہوں۔ کہنے لگے سنائیں۔ میں نے سنایا۔

کچھ ان کو بھی تو پاس ہو ارباب عشق کا
یہ کیا کہ ہم ہی آتش غم میں جلا کریں

آپ نے سنا مسکرائے اور بات کی تہہ تک پہنچ گئے۔ بات کی تہہ تک پہنچنے کا خاص ملکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہوا تھا۔ آپ کی وفات پر چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ کو فون کیا۔ مکرم چوہدری صاحب نے اناللہ کے فوراً بعد کہا کہ آپ کے ساتھ مجھے بھی کام کرنے کا موقع ملا جب حضور ایدہ اللہ نے صد سالہ جوبلی کے لئے کمیٹی بنائی تھی۔ آپ اس کے چیئر مین تھے۔ آپ بات کی تہہ تک فوراً پہنچ جاتے تھے یہ آپ کا بہت کمال تھا۔

آپ کی وفات پر ہر شخص کو آپ کی تعریف میں رطب اللسان پایا۔ آپ کے خادم محمد صدیق جو گھر میں کام کرتے تھے نے آپ کی بہت خدمت کی وہ روتے جاتے اور کہتے جاتے تھے کہ میاں صاحب بہت عظیم شخصیت تھے، بہت صاف دل تھے۔

مکرم نسیم رحمت اللہ صاحب کو ایک بار کسی نے پوچھا کہ آپ اب یہاں واشنگٹن اتنا نہیں آتے۔ جتنا پہلے آتے تھے کہنے لگے کہ اب وہ پیاری ہستی نہیں رہی جو ہم سے پیار کرتی تھی اور ہم سے بے تکلف تھی۔ ایک دوست کہنے لگے کہ حضرت میاں صاحب بہت نافع الناس وجود تھے۔ آپ نے لوگوں کو فائدہ ہی پہنچایا ہے تکلیف نہیں پہنچائی۔

ملک مبارک احمد صاحب (فنانس سیکرٹری) نے مجلس عاملہ کی میٹنگ میں فنانس کی رپورٹ پیش کرنے سے قبل کہا کہ میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ رپورٹ پیش کرنے سے قبل محترم میاں صاحب کے بارے میں کچھ کہوں۔ مجھے آپ کے ساتھ کام کرنے کا بہت لمبا موقع ملا ہے آپ میں بہت سی صفات وخصوصیات تھیں جن میں سے سرفہرست خلافت کے ساتھ آپ کی محبت اور اطاعت تھی۔ اگر کسی نے خلافت کی اطاعت سیکھنی ہے تو حضرت میاں صاحب سے سیکھے۔ جماعت احمدیہ امریکہ کے کسی معاملہ میں کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے جب تک حضور سے مشورہ اور اجازت نہ لے لیتے۔ مکرم ملک صاحب نے مزید بتایا کہ جماعتی فنڈ خرچ کرنے میں بھی میاں صاحب بہت محتاط تھے آپ ہمیشہ اس بات کی نصیحت کرتے کہ ہمیں جماعت کی رقم اپنی رقم سے بھی زیادہ احتیاط کے ساتھ خرچ کرنی چاہئے۔ لیکن غریب اور نادار لوگوں کی مدد کرنے کے لئے بھی آپ تیار رہتے تھے۔ دو موقعوں پر آپ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھتا تھا۔ ایک وہ جب سالانہ بجٹ تیار ہو کر آپ کے پاس آتا اور دوسرے جب سال کے اختتام پر بجٹ دیکھتے۔ جماعت کی مالی وسعت سے آپ کو ہمیشہ خوشی ہوتی تھی۔

مکرم ملک سعید صاحب جو جماعت میری لینڈ کے سیکرٹری مال ہیں ان کے دو بچوں کی شادی میں محترم میاں صاحب نے شرکت کی جس پر وہ بہت خوش تھے۔ شادی کے موقع پر انہوں نے اعلان کیا کہ ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمارے بچوں کی شادی میں محترم میاں صاحب نے مع بیگم صاحبہ شرکت کی۔

ایک دوست مکرم برادر پیر احمد آف میری لینڈ نے محترم امیر صاحب کا ذکر خیر کرتے ہوئے مجھے لکھا کہ محترم امیر صاحب نہایت سادہ اور حلیم شخصیت کے مالک تھے۔ جب بھی ان سے بات کرنے کا موقع ملا انہیں جماعتی امور کے بارے میں حیران کن حد تک باخبر پایا۔ وہ علم کا ایک سمندر تھے اور اپنے دل کی بات دوسروں تک پہنچانے میں انہیں کمال حاصل تھا۔

افرو امریکن دوستوں سے پیار اور محبت اور ان کی دلداری اور مالی معاونت میں خاص خیال رکھتے تھے۔ آپ ہمیشہ فرماتے کہ افرو امریکن دوستوں کو جماعتی کاموں میں آگے آنا چاہئے۔ مجلس عاملہ میں بھی افرو امریکن دوستوں کو خود نامزد کر کے حضور سے ان کی اجازت لیتے تھے تا کہ وہ جماعتی کاموں میں شامل رہ کر تجربہ حاصل کریں۔ محبت کے ساتھ عاملہ میں ان کی باتیں اور تجاویز سنتے اور ہر ممکن ان کی حوصلہ افزائی فرماتے برادرم احمد حلیم صاحب جو 30 سال پہلے احمدی ہوئے واشنگٹن میں ہوتے ہیں اور واشنگٹن جماعت کے صدر ہیں نے بتایا کہ محترم امیر صاحب ہمیشہ جماعت کی مالی، روحانی اور خلاقی ترقی کے لئے سوچتے رہتے تھے اور اس کے مطابق پلان بناتے تھے۔

آپ بہت سادہ زندگی گزارتے تھے گھر سے دفتر

تشریف لاتے تو کھانا ساتھ لاتے کھانے میں عموماً سینڈوچ ہوتا تھا۔ دفتر میں جو بھی ساتھ ہوتا اسے کھانے میں شامل کرتے کیلا بھی پسند تھا وہ بھی کھانے میں ساتھ لے کر آتے۔

میں نے بھی اور بھی کئی دوستوں نے عندالملاقات عرض کی کہ آپ اپنی زندگی کے اہم واقعات تحریر میں لائیں۔ کیونکہ آپ کو قومی ملکی اور جماعتی سطح پر بہت اہم کام کرنے کے مواقع ملے ہیں۔ بس ہاں کہہ کر چپ ہو جاتے۔ اگر کوئی انٹرویو لینے آ ہی گیا تو اسے کچھ واقعات سنا دیتے تھے۔

ایک دفعہ رمضان المبارک کے آخری دن جب اختتامی دعا ہونی تھی۔ ہم نے پہلے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا درس قرآن لگایا۔ پھر خاکسار نے محترم میاں صاحب سے درخواست کرنی تھی کہ وہ دعا کرا دیں۔ خاکسار نے محراب کے پاس کرسی رکھ دی تا کہ آپ اس پر بیٹھ کر دعا کرا دیں۔ آپ جس وقت بیت الذکر میں تشریف لائے اس وقت درس قرآن جاری تھا۔ آپ احتراماً نیچے ہی بیٹھ گئے۔ درس کے اختتام پر خاکسار نے عرض کی کہ آگے چلیں اور کرسی پر بیٹھ کر دعا کرا دیں کہنے لگے کہ نہیں اور وہیں پیچھے بیٹھے بیٹھے ہی دعا کرا دی۔

رمضان المبارک میں یہاں بیت الرحمٰن میں دوستوں کی تجویز تھی کہ افطاری کا بندوبست ہونا چاہئے۔ مگر نہ مانے۔ آپ کی دلیل یہ تھی کہ رمضان کا مہینہ تو عبادت کا مہینہ ہے۔ اکٹھا کھانا کھانے اور افطاریوں سے سوشل تعلقات کا اندیشہ ہے اور یہ مہینہ سوشل تعلقات کا نہیں بلکہ عبادت کا ہے۔ مجھے بھی معلوم ہوا کہ آپ نے یہ فرمایا ہے۔ خاکسار نے عرض کی کہ آپ کی یہ بات درست ہے کہ رمضان سوشل تعلقات کا مہینہ نہیں ہے لیکن دوسری طرف ایک اور بات بھی ہے کہ ہم اگر یہ نہ کریں تو بیت الذکر آباد نہیں رہ سکتی۔ کیونکہ لوگوں کے گھر اتنی دور ہیں کہ ان کے لئے گھروں میں افطاری کر کے پھر بیت الذکر آنا مشکل ہے۔ درس قرآن کے بعد وہ کیسے گھر چلے جائیں اور پھر واپس آ کر نماز مغرب وعشاء اور تراویح میں شامل ہوں۔ چنانچہ محترم امیر صاحب مان گئے اور اس طرح آپ نے بیت الذکر کی آبادی کے لئے یہ تجویز مان لی بیت الذکر آباد ہونے پر بہت خوش ہوتے تھے۔ اظہار بھی کرتے تھے اور پوچھتے بھی تھے کہ کتنے نمازی بیت الذکر میں نماز پڑھنے آ جاتے ہیں اور کیا کیا کوشش ہو رہی ہے۔

## بیت الرحمٰن میں اعتکاف

بیت الرحمٰن خدا تعالیٰ کے فضل سے اللہ کی عظیم الشان نعمتوں میں سے ایک ہے رمضان المبارک میں جہاں افطاری کا ذکر کر چکا ہوں وہاں اعتکاف کے بارے میں بھی بتاتا چلوں۔ خاکسار کو خیال آیا کہ بیت الذکر میں اعتکاف بھی ہونا چاہئے۔ غالباً 1997ء کا سال تھا۔ میں نے محترم میاں صاحب سے اعتکاف کی اجازت چاہی۔ آپ نے ازراہ شفقت اجازت دے دی۔ اس سال میں نے اکیلے ہی اعتکاف کیا۔ اگلے سال میں نے جماعت کے چند لوگوں کو انفرادی طور پر تحریک کی۔ 4/5 دوست اعتکاف کے لئے تیار ہو گئے۔ بہت خوش ہوئے۔ اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر سال 18/20 کے درمیان مرد و خواتین بیت الرحمٰن میں اعتکاف کرتے ہیں۔ الحمدللہ۔ بلکہ نوجوان، بچے اور بچیاں بھی جن کو سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے کے لئے جانا ہوتا ہے وہ بھی شوق کے ساتھ اعتکاف کرتے ہیں۔ اس طرح نئی نسل کے اندر مذہب سے دلچسپی کا دیکھ کر آپ کو بہت خوشی ہوتی۔ نئی نسل کی بات ہوئی ہے تو آپ ہمیشہ مجھے بلا کر نصیحت کرتے کہ نئی نسل کی تعلیم و تربیت کا خاص خیال ہونا چاہئے۔

میں ہیوسٹن (Houston) میں تھا۔ خدام واطفال کو اجتماع کے لئے ساتھ لے کر آیا۔ میاں صاحب بیماری کی وجہ سے شامل نہ ہو سکے۔ میں نے بذریعہ فون اجازت چاہی کہ ہم 1500 میل دور سے آئے ہیں۔ خدام واطفال ساتھ ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ سے ملاقات ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ گھر آ جائیں۔ میں سب کو لے کر آپ کے گھر چلا گیا قریباً ہم 15 لوگ تھے۔ سب کے لئے مہمان نوازی کی ہوئی تھی۔ ڈائننگ ٹیبل پر ہم سب کو بٹھا لیا۔ بڑے بے تکلف ماحول میں باتیں کیں۔ ہر ایک کا حال پوچھا۔ خاندانی تعارف پوچھا اور پھر اجازت لے کر ہم واپس آئے۔ سب بچے خوش تھے کہ ہمیں میاں صاحب سے ملاقات کا موقع ملا۔

جو دوست آپ کو فون کرتے کہ ہم نے ملنا ہے۔ آپ انہیں وقت دیتے اور گھر بلا لیتے۔ پھر وقت سے پہلے تیار ہو کر بیٹھ جاتے اور انتظار کرتے۔ اگر کبھی اپنی بیماری کی وجہ سے پروگرام کینسل کرنا پڑتا تو وقت سے بہت پہلے دفتر فون کر کے کہتے کہ مجھے فلاں نے ملنے آنا تھا۔ میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے معذرت کر دیں اور پھر دوبارہ آ جائیں اور پھر دوبارہ فون کر کے پوچھتے کہ ان صاحب کو اطلاع کر دی گئی تھی یا نہیں۔

جلسے اور اجتماعات وغیرہ وقت پر شروع کراتے لیکن اگر کسی نے کوئی جائز بات بتا دی جس کی وجہ سے لوگ وقت پر نہیں پہنچ پا رہے تو فرماتے کہ چلو 10/15 منٹ اور انتظار کر لیں۔ عیدین کے موقع پر اکثر ایسا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے درجات بلند کرے۔ آپ کے فیض کو جاری رکھے اور ان کی تمناؤں اور امریکہ کے بارہ میں خواہشات کو پورا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

# حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے محاسن کا تذکرہ

(مکرم سید ساجد احمد صاحب امریکہ)

بڑے لوگوں کے بارے میں پڑھنے، سننے اور دور سے دیکھنے سے ان کے بہت سے کارناموں اور اوصاف سے آگاہی تو ہو جاتی ہے۔ لیکن ان کی شخصیت کا وہ ادراک نہیں ہوتا جوان کے ساتھ واسطہ پڑنے سے ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بھی ایک ویسی ہی شخصیت تھے۔ گو وہ دنیاوی لحاظ سے بڑے بڑے عہدوں پر فائز رہے۔ اور دینی لحاظ سے بھی ان کا مذہبی دنیا کے ایک مقتدر خاندان سے تعلق تھا۔ باوجود ان سب فضیلتوں کے وہ ہر کس و ناکس سے ہمدردی اور پیار سے ملتے اور پوری توجہ سے بات سنتے گویا کہ اس وقت اس گفتگو سے زیادہ اہم کوئی اور معاملہ ہی نہ ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اپنے امریکی دوروں کے دوران دارالحکومت میں انہی کی رہائش گاہ پر فروکش ہوتے رہے۔ انہیں ملنے کے لئے کیا امیر کیا غریب' کیا ادنیٰ کیا اعلیٰ' ایک جم غفیر جمع ہو جاتا۔ لیکن ان کے گھر کے دروازے کشادہ رہتے اور ہر کسی کی آؤ بھگت اور خوش آمدید ہوتی۔ اس لحاظ سے ان کا نمونہ دنیا کے دوسرے بڑے لوگوں سے مختلف تھا۔ جن کے گھروں میں بڑوں کے تو بہت چکر لگتے ہیں اور ان کے دروازے بھی بس بڑوں کے لیے کھلتے ہیں۔ میرا

صاحبزادہ ایم ایم احمد صاحب سے غائبانہ تعارف اس وقت ہو گیا تھا جب میں نے بچپن میں اخبار پڑھنا شروع کیا تھا۔ صاحبزادہ مرحوم پاکستان کی انتظامیہ میں بڑے بڑے اہم عہدوں پر فائز رہے۔ اور اپنے کام کو ایسی ذمہ داری اور عمدگی سے ادا کیا کہ باوجود مخالفین کی مسلسل کوششوں کے نہ صرف وہ آگے ہی آگے بڑھتے رہے بلکہ بدلتی ہوئی حکومتوں اور ایک دوسرے کے شدید معاند حکمرانوں کے باوجود ان کی حیثیت کا نہ بدلنا ان کی ملک کے لئے ضرورت اور ان کی خداداد قابلیت کی بڑی واضح دلیل ہے۔

پاکستان میں ایک دفعہ جب انہوں نے پانچ سالہ اقتصادی منصوبہ ریڈیو پر سارے ملک کے سامنے پیش کیا تو میں نے بھی چھوٹی عمر کے باوجود اپنے والد کے ہمراہ بڑے شوق سے سنا۔ ان کی آواز میں ان کے والد محترم کی آواز کا رعب جلال اور دبدبہ تھا۔ اور وہی کھنک تھی جو اس آواز کے پیچھے پوشیدہ عزم اور اعتماد کی لہر سامعین کے دلوں پر ثبت کر دیتی تھی۔ ان کی ریڈیو پر ان تقریروں سے ان کے والد مکرم کی مرکزی سالانہ جلسہ پر پُر شکوہ تقریروں کی یاد تازہ ہو جاتی تھی۔ ان کی زبان اور آواز کا یہ طرز ان کی زندگی کے آخری دنوں تک قائم رہا۔ اور ان کے سلسلہ احمدیہ کی حقیقت پر یقین اور ایمان کا آئینہ رہا۔

ابھی مجھے امریکہ نقل مکانی کئے چند مہینے بھی نہیں گزرے تھے کہ فروری ۱۹۷۸ء میں مَیں نے ایک خواب دیکھا کہ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد نے مجھے ایک خوبصورت اور قیمتی قلم عطا فرمایا ہے۔ اس وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی اور نہ میرا ان سے کوئی رابطہ تھا۔ میں فزکس پڑھا ہوا تھا اور وہ اقتصادیات کے ماہر تھے۔ میں نوجوان تھا اور وہ بڑی عمر کے تھے۔ نہ ہی میرے پاس کوئی دینی یا دنیوی ذمہ داری تھی جس کا ان سے کوئی تعلق ہوتا۔ کوئی ایسی صورت سامنے نہ تھی جو اس خواب کے پورا ہونے کا سبب بن سکتی۔ میں نے اس خواب کو اپنے ڈائری میں لکھا اور تھوڑے عرصہ بعد یہ خواب گو ڈائری میں محفوظ ہو گیا لیکن میرے ذہن سے محو ہو گیا۔

ان کی وفات سے کچھ عرصہ ہی پہلے میں نے اپنی پرانی ڈائریاں جمع کیں تو ان کے اوراق پر اتفاقاً نظر ڈالتے ہوئے یہ خواب نظر پڑا تو شیشہء دل خداوند باری کی حمد و ثنا سے لبریز ہو گیا ان کے لئے دل سے بہت دعائیں نکلیں اور شکر الٰہی کے طور پر اس ضمن میں ان کی خدمت بھی ایک عریضہ خواب کے ساتھ دعا کے لیے ارسال کیا یہ خواب بفضل خدا ان کی زندگی میں ہی کئی رنگ میں کئی بار پوری ہوئی فالحمدللہ۔

ان سے میرا پہلا رابطہ اس وقت ہوا جب مجھے واشنگٹن میں بطور نیشنل قائد خدام الاحمدیہ مجلس عاملہ کا اجلاس منعقد کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ ان کے منہ بولے بیٹے مکرم ظاہر مصطفیٰ قاعد تھے۔ انہوں نے اپنے گھر اجلاس کا انتظام کیا۔ اجلاس بخوبی منعقد ہوا۔

پھر آپ جماعتہائے امریکہ کے امیر مقرر ہوئے اور مجھے ۱۹۸۹ء تک ان کے ساتھ بطور صدر خدام الاحمدیہ امریکہ خدمتِ دین کا موقع میسّر آیا۔

صاحبزادہ مرحوم کی امارت کے دور میں جماعت احمدیہ امریکہ نے اموال میں جو برکت دیکھی اس میں بفضل خدا مجلس خدام الاحمدیہ نے بھی حصہ پایا اور خدام امریکہ کا بجٹ بھی خاص برکتیں دیکھنے لگا۔ خدام الاحمدیہ کے کاموں میں مجھے ان کی پوری مدد اور ہمدردی حاصل رہی۔

صاحبزادہ مرحوم کے دور امارت میں ہی مجھے کئی سال تک امریکی انصار کے رسالے النحل کی ادارت میں تعاون کرنے کی ذمہ داری ملی۔ یہ رسالہ بفضل خدا قارئین میں خوب مقبول ہوا۔ انہی کے دور امارت میں مجھے مجلس انصاراللہ امریکہ کے شعبہ اشاعت کا قلمدان بھی دیا گیا۔ انہی کے ارشاد اور راہنمائی کے مطابق مجلس انصاراللہ کی کارکردگی کی رپورٹیں قلم بند کرنے کا موقع مجھے میسر آیا۔ ان کی دلی خواہش تھی کہ امریکہ کی ذیلی تنظیموں کے کام کی بیرون ملک اشاعت ہو بلکہ امریکی تنظیموں کا دوسرے ممالک کی تنظیموں سے تعاون اور دوستی کا رابطہ ہو۔

۱۹۹۸ میں انہوں نے کمال مہربانی سے ''مسلم سن رائز'' کی ادارت کا اعزاز مجھے عطا کیا۔ جسے ۱۹۲۱ میں امریکہ میں سب سے پہلے مربی حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ نے اعلائے کلمہ حق کے لئے شائع کرنا شروع کیا تھا۔ مجھے انہوں نے اس بات کی ہدایت دی کہ اس میں سلسلہ علیہ پر اعتراضات کے جواب باقاعدگی سے شائع ہوں۔

انہیں اس امر کا پوری طرح احساس تھا کہ آج کے بچوں نے کل قومی خدمت کا بوجھ اٹھانا ہے اور اس ذمہ داری کے ادا کرنے کو تیار کرنے کے لئے ان کی مناسب تعلیم وتربیت ضروری ہے۔ چنانچہ وہ اکثر اپنی تقریروں میں اس بات کا ذکر فرماتے اور بچوں کی تعلیم وتربیت کی ضرورت واہمیت اپنے دلنشیں انداز میں سمجھاتے۔ اسی لئے جب میں نے ان کی خدمت میں بچوں کی تعلیم وتربیت کے لئے ایک رسالے کے جاری کرنے کی تجویز پیش کی تو انہوں نے نہ صرف میری تجویز سے پورا اتفاق کیا بلکہ اس کی افادیت اور مقبولیت بڑھانے کے لیے کئی قابل عمل اور مفید مشورے دیئے۔ اور خدام اور لجنہ کے صدروں کو مشورہ میں شامل کرنے کا ارشاد فرمایا۔ تاکہ اس مجلّے کو ان دونوں تنظیموں کی پوری اعانت اور سرپرستی حاصل ہو جن کے ذمہ بچوں کی تعلیم وتربیت کا اہم کام ہے۔ لجنہ اور خدام کے صدروں کی صوابدید کے بعد آپ نے رسالہ کے بارے میں پیش کی گئی تجاویز کا جائزہ لیا اور اس رسالے کی سرپرستی اور عمدہ انتظام کے لیے ایک کمیٹی مقرر فرمائی جس میں دو مربیان کے ساتھ ساتھ خدام اور لجنہ کے صدروں کے علاوہ دونوں تنظیموں میں سے ایک ایک قابل رکن مقرر فرمائے اور مجھے اس کمیٹی کے سیکرٹری کی ذمہ داری عطا فرمائی۔

جب اس رسالے کا نام رکھنے کا معاملہ زیر بحث آیا تو بہت سارے نام پیش ہوگئے۔ یہ سب نام آپ کی خدمت میں پیش کئے گئے۔ اور اس رسالے کو آپ کا چنا ہوا نام ''الہلال'' دیا گیا۔ اور اسی نام سے یہ رسالہ آپ کی زندگی میں ہی شائع ہونا شروع ہوگیا۔ الحمدللہ۔

صاحبزادہ ایم ایم احمد مرحوم امریکہ میں پہلے امیر تھے جو مربی نہ تھے۔ میں نے جب بھی کوئی معاملہ ان کے سامنے پیش کیا تو ہمیشہ پہلے اس کے بارے میں دفتری رپورٹ منگواتے اور سب حقائق کو سامنے رکھ کے فیصلہ کرتے اور جماعت کی فلاح و بہبود اور اس کے مستقبل میں کامیابی کو مطمح نظر بناتے ہوئے فیصلہ فرماتے۔

میں جب بھی ان سے ملتا ہو پوری توجہ سے مسکراتے ہوئے اپنا ہاتھ مصافحے کے لئے بڑھاتے۔ پوچھنے کے لیے سوال ان کے پاس پہلے سے ہی تیار ہوتے اور جو مشورے اور ہدایات انہوں نے مجھے دینا ہوتیں وہ بھی متحضر ہوتیں۔ اور مجھے ایسا احساس ہوتا کہ گویا وہ عرصے سے مجھے ملنے کا انتظار کر رہے تھے۔ بطور امیر جتنے لوگوں سے ان کی ملاقات تھی اور جتنے مسائل اور کام اس سلسلے میں ان کے سامنے تھے ان کی روشنی میں ایک فرد کے دل میں اس کی طرف اپنی توجہ کا یہ احساس پیدا کر دینا بہت اعلیٰ اخلاق اور خداداد قابلیت کا آئینہ دار ہے۔

آپ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بہبودی اور ترقی کی ہر تجویز کو پوری غور وفکر سے جانچتے چاہے وہ تجویز کسی کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ آپ کی عمر ۷۸ سال تھی جب آپ کو جماعت احمدیہ امریکہ کی صدارت سپرد کی گئی۔ جسے آپ نے تقریباً بارہ سال تک بہت خوش اسلوبی اور بہت سی کامیابیوں کے ساتھ نبھایا۔ آپ نے جماعت کے نظام کو مضبوط کیا اور آپ کے عہد میں جماعت اور اس کی ذیلی تنظیموں نے کئی ریکارڈ قائم کئے۔ اتنی بڑی عمر میں خدمت کا ایسا شاندار موقع ملنا جہاں خداوند کریم کی رحمت اور فضل کا ایک نشان ہے وہاں وہ ہماری جماعت کے عمر رسیدہ اور ریٹائرڈ دوستوں کے لئے ایک نمونہ بھی ہے کہ اگر وہ ہمت کس لیں تو بفضل خدا بڑے بڑے کارنامے اپنے مقام اور مرتبے کے مطابق سرانجام دے سکتے ہیں۔

گو ان سے میرے تعلقات ایک لمبے عرصہ پر حاوی نہ تھے لیکن میں یہ لکھنے سے نہیں رہ سکتا کہ میں نے انہیں ہمیشہ غیر جانب دار اور بے نفس پایا اور اپنے دل میں ہمیشہ ان لوگوں کے لئے حیرت کے جذبات پائے جنہوں نے ان کے احمدی ہونے کی وجہ سے ان پر ناحق الزامات لگانے کی جرءات کی ہے۔ مجھے امید ہے کہ جیسے اس جہان میں صاحبزادہ مرحوم نے اپنے دل، ذہن اور کردار کو ہر کدورت سے پاک رکھا، خداوند کریم ایسے ہی انہیں اگلے جگ میں بھی حوض کوثر کے پاک وصاف چشمے کے جام پلائے گا۔

☆☆☆☆☆

# خلافت احمدیہ کے فدائی اور محب وطن

(مکرم محمد صدیق صاحب گورداسپوری)

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم ابن حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ ایم۔اے کو حضرت مسیح موعودؑ کا پوتے ہونے کا شرف حاصل تھا پھر آپ نے ایک لمبا عرصہ تک بطور امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ گرانقدر خدمات سلسلہ سرانجام دینے کی توفیق پائی۔آپ کے دور امارت میں جماعت ہائے احمدیہ امریکہ نہ صرف انتظامی لحاظ سے مضبوط ہوئی بلکہ تعلیم و تربیت اور مالی قربانی کے لحاظ سے بھی جماعت نے ایک اعلیٰ مقام حاصل کر لیا۔ اللہ تعالیٰ جماعت امریکہ کو نہ صرف یہ معیار قائم رکھنے کی توفیق دے بلکہ مزید ترقیات حاصل کرنے کی استطاعت بخشے۔

خاکسار نے جب جولائی 1974ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ کے ارشاد پر امریکہ مشن کا چارج لیا تو مجھے حضرت صاحبزادہ صاحب کو بہت قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔آپ کو میں نے ایک تقویٰ شعار منکسر المزاج ، نظام جماعت کا کامل فرمانبردار اور صاحب فراست وجود پایا۔

آپ اس وقت ورلڈ بنک میں ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کے سٹاف میں ایگزیکٹو سیکرٹری کے منصب پر فائز تھے۔آپ ہر جمعہ کو باقاعدہ نماز کی ادائیگی کے لئے بیت الذکر واشنگٹن میں تشریف لاتے اور نماز کی ادائیگی کے بعد حال احوال دریافت فرماتے جماعتی میٹنگز میں جب بھی آپ کو بلایا جاتا آپ بخوشی تشریف لاتے اور نہایت مفید مشوروں سے نوازتے آپ مشن اور جماعتی کاموں کی سرانجام دہی میں ہمیشہ خاکسار کی راہنمائی اور تعاون فرماتے۔

ایک روز فرمانے لگے مجھے علم ہے کہ اس مشن میں ابھی تک باقاعدہ ریکارڈ کا کوئی سسٹم نہیں نہ ہی فائیلنگ کا انتظام ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشن کے کاموں پر آپ کی کیسی گہری نظر تھی فرمایا آپ ایک سیکرٹری یا ٹائپسٹ رکھ لیں اور اس سے مشن کا ریکارڈ وغیرہ درست کروالیں۔ میں نے کہا میاں صاحب مشن کی اس وقت مالی پوزیشن اتنی کمزور ہے کہ مشکل سے مربیان کے الاؤنس اور دیگر اخراجات چلتے ہیں ایک ٹائپسٹ کی تنخواہ جو کم از کم پانچ صد ڈالر ماہوار ہوگی (اس وقت مربی کو صرف ایک سو ڈالر ماہوار الاؤنس ملتا تھا) وہ کہاں سے ادا کروں گا فرمانے لگے اس کی آپ فکر نہ کریں میں واشنگٹن جماعت کی طرف سے اس کا انتظام کر دوں گا۔لہٰذا میں نے ایک لوکل احمدی ایک خاتون سسٹر فاطمہ سے بات کی وہ رضا مند ہوگئیں اور انہوں نے پانچ صد ڈالر ماہوار پر مشن میں کام شروع کر دیا اور نہایت اخلاص اور محنت سے اس ذمہ داری کو سرانجام دیا مشن کا سارا ریکارڈ درست کیا فائیلنگ سسٹم جاری کیا۔ ٹیلیفون ڈائریکٹری جماعتوں کی تیار کی۔ لائبریری کی کتب کی لسٹ تیار کی ان کو ترتیب دیا چھ ماہ تک انہوں نے یہ کام کیا اور حضرت صاحبزادہ صاحب اس کا الاؤنس ادا فرماتے رہے، مشن پر کوئی بوجھ نہیں تھا۔اس سے مشن کے کام میں خاکسار کے لئے بہت ہی آسانی پیدا ہوگئی۔

وہ وقت ایسا تھا کہ پاکستان میں جماعت احمدیہ کے خلاف ہنگامے ہو رہے تھے، احمدیوں پر بے پناہ مظالم ڈھائے جا رہے تھے جائیدادیں تباہ کی جا رہی تھیں لوٹی جا رہی تھیں بعض احمدیوں کو راہ مولیٰ میں قربان بھی کیا گیا ایسے حالات میں جماعت امریکہ کی طرف سے یو این او کے ہیومن رائٹس کمیشن (Human Rights Commission) کو میمورنڈم بھجوانا تھا۔سٹیٹ ڈیپارٹمنٹ اور ہائی کمشنر پاکستان سے رابطہ پیدا کر کے حالات کی وضاحت کرنی تھی پریس کانفرنس کے ذریعہ احتجاج کرنا تھا اور دیگر ذرائع کو بھی اس سلسلہ میں استعمال میں لانا تھا لہٰذا حضرت صاحبزادہ صاحب نے ان حالات میں ہر قدم پر ہماری راہنمائی فرمائی اور اپنے فہم و فراست سے کام لیتے ہوئے مفید اور دور رس نتائج کے حامل مشوروں سے نوازتے رہے۔

**آپ احتجاجی خطوط یا میمورنڈم میں کوئی ایسا فقرہ برداشت نہ کرتے جس سے پاکستان کے وقار یا ساکھ پر کوئی زد پڑتی ہو**

پاکستان میں1974ء میں جماعت کے خلاف چلنے والی تحریک اور جماعت کو نقصان پہنچانے کے زمانے میں آپ کی سیرت کا ایک پہلو نمایاں طور پر یہ سامنے آیا کہ آپ پاکستان سے محبت اور عقیدت رکھتے تھے اس وجہ سے آپ نے آخر وقت تک اپنی پاکستانی قومیت ختم نہیں کی تھی لہٰذا آپ احتجاجی خطوط یا میمورنڈم میں کوئی ایسا فقرہ برداشت نہ کرتے جس سے پاکستان کے وقار یا ساکھ پر کوئی زد پڑتی ہو اور پاکستان کے خلاف کوئی بات لکھنے سے روک دیتے

انہیں دنوں میں نے جب لندن فون کر کے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب جن کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے بیرونی ممالک میں اپنا نمائندہ مقرر فرمایا تھا ان سے ہدایات لیں تو آپ نے بھی فرمایا کہ دیکھیں احتجاج ضرور کریں لیکن پاکستان کے خلاف کوئی بات نہیں کرنی پاکستان سے کیسی عقیدت اور محبت تھی ان بزرگوں کو۔

اس وقت یو این او میں انڈیا کے نمائندہ ڈاکٹر سید برکات احمد تھے انہوں نے ایک میمورنڈم میں پاکستان کے بارہ میں کچھ سخت الفاظ استعمال کئے۔ جب یہ میمورنڈم حضرت میاں صاحب کی خدمت میں مشورہ کے لئے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے پسند نہ فرمایا اور کہا کہ اس میں سے ایسے الفاظ نکال دیئے جائیں جن سے کسی رنگ میں بھی پاکستان کی عزت اور وقار پر زد پڑتی ہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔

اسی طرح جب فروری 1976ء میں وزیر اعظم بھٹو صاحب امریکہ گئے اور واشنگٹن میں انہوں نے امریکن کانگرس کے ممبران سے خطاب کرنا تھا تو خاتون مسٹر نسیمہ جو جرنلسٹ تھیں انہوں نے ایک خط تیار کیا جو کانگرس کے ممبران کو دینا چاہتی تھیں اس میں انہوں نے پاکستان میں احمدیوں کو غیر مسلم قرار دیئے جانے اور بھٹو حکومت کے زیر اثر احمدیوں پر جو مظالم ڈھائے جا رہے تھے اور جو انسانیت سوز سلوک ان سے پاکستان میں ہو رہا تھا اس کے خلاف احتجاج تھا۔ یہ خط وہ میرے پاس لائیں میں نے بھی اسے پسند نہ کیا اور مزید مشورہ کے لئے فوری طور پر حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا آپ نے خط پڑھ کر فرمایا کہ ایسا خط ہرگز ممبران کانگرس کو نہیں جانا چاہئے۔ چنانچہ وہ خط روک لیا گیا۔ جس پر مسٹر نسیمہ سخت ناراض ہوئیں۔ اور کہا کہ جب ہم کچھ کرتے ہیں تو آپ لوگ روک دیتے ہیں۔ بہر حال حضرت میاں صاحب کے مشورہ کی بنا پر وہ خط ممبران کانگرس کو دینا مناسب نہ سمجھا گیا۔

## خلافت سے محبت اور فدائیت

جولائی 1976ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے امریکہ اور کینیڈا کا دورہ فرمایا جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کے لئے یہ ایک تاریخی موقع تھا کہ خلیفہ وقت نے پہلی مرتبہ سر زمین امریکہ پر مبارک قدم رکھنے تھے اور اہل امریکہ کی دیرینہ دلی خواہش پوری ہوئی تھی جس پر ہر احمدی فرط مسرت سے شاد ہو رہا تھا حضور کے شایان شان استقبال اور دورہ کے دیگر پروگرام مرتب کرنے کے لئے جماعتی میٹنگز ہو رہی تھیں جن میں حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب بھی شریک ہوتے اور اپنے قیمتی مشوروں سے نوازتے اس وقت آپ کی ہر بات اور قول سے مترشح ہو رہا تھا کہ آپ کو مقام خلافت کی اہمیت اور اس کے احترام کا کتنا خیال تھا اور خلافت سے آپ کی وابستگی اور خلیفہ وقت سے عقیدت اور محبت کس قدر آپ کے دل میں موجود تھی۔

چنانچہ حضور کے استقبال اور دورہ کے پروگرام کو مرتب کرنے میں آپ کی موجودگی ہمارے لئے بہت ہی ممد و معاون ثابت ہوئی اور سارے کام بڑی خوش اسلوبی کے ساتھ سرانجام پائے۔ 25 جولائی 1976ء کو جب حضور واشنگٹن ڈی سی کے ڈیلس ایر پورٹ پر اترے تو جماعت کے دیگر احباب کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب نے بھی نہایت ہی عقیدت مندانہ جذبات کے ساتھ اپنے پیارے امام کو اھلاً و سھلاً و مرحبا عرض کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضور کے قیام و طعام کا انتظام چونکہ حضرت صاحبزادہ صاحب کی رہائش گاہ پر ہی تھا لہٰذا ایر پورٹ سے حضور مع اپنے قافلہ کے سیدھے آپ کے مکان پر تشریف لے گئے۔ امراء جماعت ہائے احمدیہ کی میٹنگز حضور کے ساتھ آپ کے مکان پر منعقد ہوتیں جن میں آپ بھی شریک ہوتے اور حضور کی قیادت میں امریکہ مشن کے استحکام، ترقی اور مشنوں اور بیوت الذکر کے قیام اور دعوت الی اللہ کے لئے بہت ہی مفید اور دوررس نتائج کی حامل تجاویز پاس کی گئیں اور خدا تعالیٰ کے فضل سے حضور کا یہ دورہ بہت ہی کامیاب رہا۔ جس میں حضرت میاں صاحب کے مشوروں اور تعاون کا بہت دخل تھا۔

## جماعتی عہدے داروں کا احترام

جماعت کے ادنیٰ خادم کی عزت و احترام کا بھی آپ کو بہت خیال تھا ایک دفعہ ایک اہم امر کے بارہ میں آپ سے فوری مشورہ کرنا تھا لہٰذا میں سیدھا ورلڈ بنک گیا اور آپ کی سیکرٹری سے اپنا تعارف کراتے ہوئے حضرت میاں صاحب سے ملنے کی خواہش ظاہر کی اس نے کہا کہ مسٹر احمد نے مجھے ہدایت دے رکھی ہے کہ جب بھی آپ انہیں ملنے آئیں تو آپ کو روکا نہ جائے بلکہ فوری طور پر اندر بھیج دیں۔ لہٰذا آپ اندر تشریف لے جائیں چنانچہ میں اندر گیا آپ نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ ملے اور آنے کی وجہ دریافت کی میں نے معاملہ پیش کیا۔ تو آپ نے نہایت ہی فہم و فراست پر مشتمل مشورہ دیا جس پر عمل کر کے بہت فائدہ ہوا۔

جب کبھی کوئی جماعتی اجلاس ہوتا یا جلسہ اور اجتماع ہوتا تو میں آپ کے مقام اور منصب کے لحاظ سے آپ سے صدارت کے لئے درخواست کرتا بعض دفعہ تو آپ رضامند ہو جاتے لیکن بعض دفعہ فرماتے مجھ سے تقریر بے شک کروا لیا کریں لیکن صدارت کے لئے نہ کہا کریں۔ کیا عظمت تھی آپ کے کردار میں کیا بلند تھے آپ کے اخلاق، کیا تواضع اور انکسار تھا آپ کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ و بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

(روزنامہ الفضل 7 ستمبر 2002ء)

☆☆☆☆☆

# ایک عالی دماغ تھا نہ رہا

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

پاکستان کی تاریخ میں جن گنے چنے نامور اشخاص نے اپنے اپنے میدان میں نیک نامی اور قومی غیرت اور بے لوث خدمات کا ورثہ پیچھے چھوڑا ان میں تین کا تعلق جماعت احمدیہ سے تھا۔ تینوں اپنے اپنے میدان کے مرد تھے، سیاست اور تدبر میں سر ظفر اللہ خاں، سائنس میں ڈاکٹر عبدالسلام اور اقتصادیات میں ایم ایم احمد! پہلے دو، پہلے ہی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے کل ایم ایم احمد کی سناؤنی بھی آ گئی! کل من علیھا فان ویبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام!

ایم ایم احمد کا پورا نام مرزا مظفر احمد ہے۔ آپ حضرت بانیء سلسلہ احمدیہ کے پوتے تھے۔ تقسیم ہند سے قبل آئی سی ایس میں شامل ہوئے۔ تقسیم ملک کے وقت سیالکوٹ کے ضلع کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ پھر رفتہ رفتہ اپنے خدا داد صلاحیتوں کی وجہ سے ترقی کے زینے طے کرتے ہوئے مرکزی حکومت میں سکرٹری فنانس، پھر ڈپٹی چیرمین پلاننگ کمیشن، پھر چیرمین پلاننگ کمشن، پھر مشیر خزانہ، پھر وزیر خزانہ کے موقر عہدوں پر فائز رہے اور ہر رنگ میں قومی خدمات سر انجام دیں۔ استاذی المحترم کنور ادریس نے اپنے کالم میں لکھا ہے کہ "ایم ایم احمد اقتصادیات کے آدمی نہیں تھے مگر ان کے تجربے نے انہیں اس میدان میں وہ کمال عطا کر دیا تھا کہ اقتصادیات کے معاملہ میں ان کی رائے پتھر کی لکیر سمجھی جاتی تھی۔" سرکاری ملازمت سے بڑے وقار سے سبک دوش ہوئے تو عالمی بنک میں اونچے عہدے پر سرفراز کئے گئے۔ امریکہ کی جماعت احمدیہ کی امارت کے فرائض ساتھ ساتھ انجام دیتے رہے۔ شہرت اور نام و نمود کی خواہش کبھی نہ کی۔ نہ ستائش کی تمنا نہ صلے کی پروا!

ہمیشہ اپنے کام سے کام رکھا۔ اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی میں کسی رو رعایت کے روادار نہ تھے اسی لئے بعض حلقوں میں ناپسندیدگی کی نگاہ سے بھی دیکھے گئے مگر سب لوگ، کیا ان کے ماتحت کیا ان کے افسر، ان کی محنت، ان کی لگن، بردباری اور اصول پرستی کے معترف رہے۔ یہی اوصاف ہماری نوکر شاہی میں مفقود ہیں اور ایم ایم احمد انہی اوصاف سے متصف تھے۔ قدرت اللہ شہاب جیسے متعصب سرکاری افسر نے اعتراف کیا ہے کہ جہاں کوئی ڈکٹیٹروں کے سامنے کھڑا ہو کر ایک لفظ نہیں کہہ سکتا تھا وہاں یہ کھڑے ہو سکتے تھے اور اپنے دل کی بات کہہ سکتے تھے اور اپنے دل کی بات وہی صاف طور پر کہہ سکتا ہے جس کا ضمیر صاف اور مطمئن ہو۔ ایم ایم احمد قلب مطمئنہ کی دولت سے مالا مال تھے۔ نام و نمود سے دور بھاگنے کی ایک مثال تو ہم نے خود دیکھی۔ پنجاب کے ایک آئی جی پولیس ہمارے اچھی جان پہچان کے تھے۔ جب عزیزی صاحبزادہ مسرور احمد صاحب امیر مقامی [اب حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز] کو پنجاب پولیس نے گرفتار کیا تو ہم نے سویڈن سے ان آئی جی پولیس کو فیکس دیا کہ "میاں شاباش جو کام ضیاء الحق نہ کر سکا وہ تمھاری پولیس نے کر دکھایا"۔ ان کا معذرت خواہانہ فیکس آیا اس میں لکھا تھا کہ ان کی گرفتاری میں پولیس کا کوئی قصور نہیں کوئی اور عوامل تھے جن کی وجہ سے ایسا ہوا۔ پنجاب پولیس کی مستعدی تو دیکھو کہ ایم ایم احمد "مرحوم" کے بھتیجا کے اغوا کرنے والوں کو اس نے کس طرح جہنم واصل کیا تھا۔ میں نے آئی جی پولیس کو پھر فیکس دی کہ آپ نے ایم ایم احمد کو مرحوم لکھ دیا حالانکہ وہ اللہ

کے فضل سے زندہ موجود ہیں اور امریکہ کی جماعت کے امیر ہیں اس لئے ایم ایم احمد کے باب میں آپ کی "پولیس رپورٹ" غلط ہے۔ آئی جی صاحب کا انتہائی ندامت کا خط آیا کہ مدتوں سے انہوں نے ایم ایم احمد کا نام ہی خبروں میں نہیں سنا تھا اس لئے غلط فہمی ہوگئی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ ایم ایم احمد اتنی خاموشی سے کام کرتے تھے کہ بڑے بڑے لوگوں کو ان کے بارہ میں معلوم نہیں ہو پاتا تھا۔ یہ خاموشی ان کے ساتھ خاص تھی ورنہ ہماری نوکر شاہی کا طرہ یہ تھا کہ کام کم کرتے تھے اور اپنی پبلسٹی زیادہ کرتے تھے۔

سرکاری افسروں والی اکڑفوں بھی ان میں نہیں تھی کہ ایک کمرہ سے دوسرے کمرہ تک بھی جائیں تو اردلی اردل میں بھاگتا ہوا اور آگے آگے ہٹو بچو کرتا ہوا چلے۔ سیدھے سبھاؤ اپنے حفاظت کے رکھ رکھاؤ سے بے نیاز رہتے تھے اسی لئے تو اس بد بخت اسلم قریشی کو ان پر قاتلانہ حملہ کا موقع مل گیا تھا۔ اس وقت بھی وہ لفٹ میں اکیلے تھے وہ انہیں اکیلا دیکھ کر ان ساتھ لفٹ میں سوار ہو گیا۔ کوئی اور سرکاری افسر ہوتا تو جھڑک کر اسے لفٹ سے اتار دیتا کہ "یہ لفٹ سرکاری افسروں کے لئے مختص ہے تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" مگر ایم ایم احمد کی دینی تربیت آگے آگئی کہ سب انسان برابر ہیں کسی کو کسی پہ فوقیت نہیں۔ اس لئے انہوں نے اس کچھ نہیں کہا۔ لفٹ میں اس بد بخت نے عقب سے ان پر چاقو سے قاتلانہ حملہ کیا۔ اس مرد مومن کے حواس قائم رہے حملہ آور کا ہاتھ یوں پکڑا کہ اسے دوسرا وار کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ لفٹ نیچے پہنچی تو خون میں لت پت تھے مگر ہوش و حواس بجا تھے حملہ آور کو دوسروں نے پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا اور اس طرح اس بد بخت کا وار مہلک ثابت نہ ہوا۔ گو وہ بری طرح مجروح ہو گیا تھا مگر اللہ نے فضل کیا آپ صحت مند ہو کر پھر اپنے فرائض منصبی میں مشغول ہو گئے۔ جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے!

ہم نے پہلی بار ایم ایم احمد کو جانا تو اس وقت وہ پنجاب کے ایڈیشنل چیف سکرٹری تھے۔ ہم ان کے والد گرامی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے ساتھ خدمت کررہے تھے۔ ایم ایم احمد کو لاہور سے اپنے ابا سے دفتر میں ملاقات کے لئے آنا تھا۔ ہمیں ارشاد تھا کہ مظفر آئیں تو انہیں انتظار نہ کروایا جائے فوراً اندر بھیج دیا جائے کیونکہ ان کا وقت بہت قیمتی ہے۔ میاں مظفر احمد اتفاق سے ایک آدھ منٹ دیر سے پہنچے۔ ہم پہلے ہی ان کے منتظر تھے پوچھنے لگے ابا کو انتظار تو نہیں کھینچنا پڑا ناراض تو نہیں؟ ہم نے جواب دیا ناراض تو نہیں بے قرار ضرور ہیں۔ ایم ایم احمد نے ہماری اس ''زبان درازی'' پر ہمیں غور سے دیکھا۔ ہم نے فوراً انہیں اندر دفتر میں پہنچادیا۔ السلام علیکم کی آواز گونجی، ہم دروازہ بند کرکے باہر آگئے۔ غالباً دفتر میں ایم ایم احمد کی اپنے ابا سے پہلی ملاقات تھی۔ اس سے پہلے یا اس کے بعد ہمیں یاد نہیں کہ وہ دفتر میں آکر ملے ہوں۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی یہ بیقراری سب کے لئے تھی کسی کو ربوہ کے باہر سے آنا ہوتا تو بے چین رہتے جب تک آنے والا پہنچ نہ جاتا، کسی کل چین نہ پڑتا۔ ربوہ والوں میں سے کسی کا انتظار ہوتا تو کان دروازے پر لگے رہتے تھے۔

اپنے والد گرامی کے نام دعا کی درخواست کے خط ان کی طرف سے باقاعدگی آتے تھے اور جواب بھی باقاعدگی سے جاتا تھا۔ خط کے القاب بھی سیدھے سادے ہوتے تھے ''عزیزم مکرم مرزا مظفر احمد سلمہ'' اور کبھی کبھی ان کی بیگم صاحبہ کے نام بھی ساتھ ہی میں لکھا جاتا ''عزیزہ مکرمہ صاحبزادی امتہ القیوم سلمہا''۔ ہمیں عجیب لگتا تھا کہ بیٹے کے ساتھ 'صاحبزادہ' نہیں لکھتے تھے۔ زبان و بیان کی یہ باریکی ہمیں انہیں نے بتائی کہ اپنی اولاد کے لئے خود 'صاحبزادہ' کا لاحقہ استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ ایم ایم احمد کی تربیت جس ماحول میں ہوئی تھی یہ اس کا اثر تھا کہ انہیں دعا پر پورا یقین تھا۔ اس وجہ سے ان کے ہاں اللہ تعالیٰ پر اعتماد بھی بہت تھا۔ ہمارے ہاں کے افسروں کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ وہ اپنے کئے پر بھروسہ رکھتے ہیں خدا پر کچھ نہیں چھوڑتے اس طرح اپنی انانیت کا شکار ہوجاتے ہیں۔ ہمارے ایک سینیئر سی ایس پی دوست نے نواب کالا باغ کی جو مغربی پاکستان کے گورنر اور طبعاً بہت جابر حاکم تھے، یہ بات ہمیں سنائی۔ نواب صاحب نے کمشنروں کی کانفرنس میں ان سے کہا صاحبزادہ مظفر احمد ہمارے ڈپٹی کمشنر رہے ہیں۔ ہم نے انسانی استطاعت کے مطابق تدبیر کردینے کے بعد نتیجہ خدا پر چھوڑنا ان سے سیکھا ہے۔ نواب کالا باغ ہمیشہ انہیں صاحبزادہ مظفر احمد کہا کرتے تھے۔

## نواب صاحب نے کمشنروں کی کانفرنس میں ان سے کہا صاحبزادہ مظفر احمد ہمارے ڈپٹی کمشنر رہے ہیں۔ ہم نے انسانی استطاعت کے مطابق تدبیر کردینے کے بعد نتیجہ خدا پر چھوڑنا ان سے سیکھا ہے۔

ایم ایم احمد ایسے وقت میں پاکستان کے اقتصادی لحاظ سے اہم عہدوں پر فائز رہے جب مشرقی پاکستان والے مغربی پاکستان والوں کو اور حکومت کو اپنی اقتصادی بدحالی کا ذمہ دار قرار دیتے تھے۔ ادھر پلاننگ کمشن ایم ایم احمد کے دائرہ کار میں شامل تھا اس لئے کیا کیا باتیں نہ بنی کہ مشرقی پاکستان کے استحصال کی ذمہ داری ایم ایم احمد کی ہے۔ سقوطِ مشرقی پاکستان کے بعد بھی ایم ایم احمد تنقید کا ہدف بنتے رہے مگر حقیقت بہر حال حقیقت ہے۔ اعداد و شمار نے ہمیشہ ایم ایم احمد کی صفائی میں گواہی دی تنقید کرنے والے اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔ ایم ایم احمد سے بھی کئی لوگوں نے اس قسم کے سوال کئے مگر آپ نے بڑے وقار سے اپنے صفائی پیش کی کسی دوسرے پر الزام نہیں لگایا۔ حالانکہ ہمارے لوگوں کا وطیرہ یہ ہے کہ اپنے کئے کی ذمہ داری بھی دوسروں پر ڈال کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ اب تو حمود الرحمن کمشن کی رپورٹ الم نشرح ہو گئی ہے اقتصادی استحصال کی ساری باتیں ہوائی باتیں تھیں اور سیاسی لیڈر سیاسی اشکلہ کے طور پر کہتے تھے۔

جب ایم ایم احمد محکمہ خزانہ کے سکرٹری تھے تو ایک روپیہ کا نوٹ ان کے دستخطوں سے جاری ہوا۔ ہم ان کے دادا کے رفیق ایک بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہیں آبدیدہ پایا۔ پوچھا ''خیریت باشد''؟ فرمانے لگے بات معمولی سی ہے مگر مجھے غیر معمولی لگتی ہے کہ ہم نے اپنی آنکھوں سے یہ دیکھ لیا ہے کہ میرے مرشد کے پوتے کا نام کا سکہ چل رہا ہے۔ یہ کہہ کر پھر ان کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے یہ محبت کے آنسو تھے۔ ہم نے ایم ایم احمد کو ایک خط لکھا کہ آج ہم نے آپ کے دادا کے ایک ساتھی کی یہ بات آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی ہے۔ بات ذوقی سی ہے مگر ہمیں یہ بات یاد ہے اور یاد رہے گی۔ اسی طرح مدتوں بعد ایک بزرگ کے پاس ایک پھٹا پرانا نوٹ دیکھا جو انہوں نے سینت سنبھال کر رکھا

ہوا تھا۔ پوچھا یہ کیا ہے؟ کہنے لگے دیکھتے نہیں اس پر کس کے پوتے کے دستخط ہیں؟ یہ کہہ کر ان کی آواز بھرا گئی۔ پاکستان کے کرنسی نوٹوں پر دستخط کرنے والے تو بے شمار تھے اور ہوں گے مگر یہ عزت کس کو ملے گی۔ کون ان کے دستخطوں سے جاری ہونے والے نوٹ سینے سے لگا کر رکھے گا۔ پیسہ تو ہاتھ کی میل ہوتا ہے مگر ایم ایم احمد کا جاری کردہ ہاتھ کا میل بھی محبت کرنے والوں کی آنکھ کا سرمہ بن گیا۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست۔ یہ سارا شرف اس خاندان کا ہے جس کی ایک شاخ کے وہ وجود تھے۔

ہمیں ذاتی طور پر صرف دو ایک بار ان سے ملاقات کا شرف ملا۔ ایک بار تو لاہور میں جب یہ ایڈیشنل چیف سکرٹری تھے۔ ان کے والدِ گرامی کا بھیجا ہوا ایک بند لفافہ تھا جو ہمیں ان کی خدمت میں پہنچانا تھا۔ ہم دفتر پہنچے، پی اے کو اپنے نام کی چٹ دی۔ اس نے ہمیں ایک طرف بٹھا دیا کہ صاحب مصروف ہیں۔ ہم نے کہا بھی کہ ضروری خط ہے اور ہمیں واپس جانے کی بھی جلدی ہے مگر صاحب وہ ایڈیشنل چیف سکرٹری کا پی اے تھا اس پر ہماری بات خاک اثر کرتی۔ بیٹھے انتظار کھینچتے رہے۔ اتنے میں ایم ایم احمد اپنے کسی ملاقاتی کو رخصت کرنے دروازہ پر آئے تو ان کی نظر ہم پر پڑی۔ جانتے تھے کہ ہم ان کے ابا کے خادم ہیں۔ باہر چلے آئے پوچھا آپ کب آئے اور کیا کام ہے؟ ہم نے وہ خط ان کے حوالے کیا اور جواب کا مطالبہ کیا۔ ہمیں اپنے ساتھ اندر لے گئے۔ چائے پانی پوچھا۔ اپنے والدگرامی کا خط پڑھا جواب لکھا بند کیا، ہمارے حوالے کیا اور دروازہ تک ہمیں چھوڑنے آئے۔ پی اے حق دق حیران ہمیں دیکھتا رہا کہ یہ کون شخص ہے اور اس کا اتنے بڑے سرکاری افسر سے کیا تعلق ہے؟

دوسری ملاقات اس وقت ہوئی جب ان کے والد ماجد کا انتقال ہوا۔ لوگ تعزیت کے لئے حاضر تھے

## قطعہ

## تاریخ وفات

اِک بزرگِ محترم رخصت ہوئے
دھوپ میں تھے سائباں میرے لئے
دیس کے معمار * ''آہ پردیس میں
حضرتِ ایم ایم احمد چل دیئے''

☆ ۲۰۰۲ء عبدالکریم قدسی

مصافحہ ہو رہا تھا۔ ہمارے باری آئی تو ایم ایم احمد نے گیلی آنکھوں سے ہمیں دیکھا اور لپک کر گلے لگا لیا۔ کوئی بات ہم نے کی نہ آپ نے۔ ایک ملاقات یہاں امریکہ کی مسجد بیت الرحمان میں ہوئی۔ نماز کے لئے ہم مسجد میں داخل ہوئے تو ساتھ ہی امیر صاحب بھی داخل ہوئے۔ آپ نے ہمیں دیکھا، نظریں ملیں، مصافحہ کیا، لب ہلے، شاید سلام کیا تھا مگر ہم نے الفاظ نہیں سنے۔ ایسی غیر ملفوظ محبتیں ہم نے ان کے سوا دوسروں میں نہیں دیکھیں۔ آنکھوں کی ملائمت سب کچھ کہہ دیتی تھی۔ اگلے روز ان کی بھانجی نے بتایا کہ کل گھر میں آپ کے ربوہ والے مضمون کا ذکر کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ میں نے ان مضمون لکھنے والے کو بیت الرحمان میں دیکھا ہے۔ وہ مضمون برسوں پہلے رسالہ خالد پھر الفضل میں دوبارہ چھپا تھا۔ لاہور میں ''ہماری بستی کے پچاس سال'' والا مضمون بھی ان کی نظر سے گذرا تو تحسین کے الفاظ کہے۔ ایم ایم احمد کو بھی اس بستی سے وہی لگاؤ تھا جو ہم سب کو ہے۔ ان کا وقت موعود امریکہ میں آ گیا۔ بڑی دیر سے علیل تھے۔ علاج معالجہ کی بھلا ان کے لئے کیا کمی تھی؟ مگر جان تو جانِ آفریں کے سپرد کرنی ہے، کر دی اور اب ان کی مٹی اس زمین کو واپس بھیجی جا رہی ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔ اپنے وطن کی مٹی کو اوڑھ کر سو جائیں گے۔

سو جائیں گے اک روز زمیں اوڑھ کے ہم بھی!
تمہاری نیکیاں زندہ تمہاری خوبیاں باقی!!

# ایک خادم کی خوبصورت یادیں

(مکرم محمد صدیق بھٹی صاحب میری لینڈ امریکہ)

مجھے ساڑھے پانچ سال سے کچھ زیادہ عرصہ حضرت میاں صاحب کے پاس ڈیوٹی کرنے کا موقعہ ملا۔ میں نے حضرت میاں صاحب کو بہت ہی پیارا روحانی باپ سمجھ کر ڈیوٹی کی۔ میں پہلی دفعہ 6 مئی 1994ء کو حضرت میاں صاحب کے پاس ڈیوٹی کرنے پہنچا اس وقت ان کی آنکھوں کا آپریشن ہوا تھا اور وہ دفتر والے کمرے میں ٹھہرے ہوئے تھے آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گئے اور پھر جماعتی کاموں میں دن رات مشغول ہو گئے کیونکہ اسی سال حضرت صاحب نے بھی دورہ پر آنا تھا۔ تقریباً ہر روز میٹنگ کبھی گھر میں کبھی بیت الذکر میں ہوتی۔ خدا کے فضل سے مکمل صحت یاب بھی ہو گئے لیکن عمر کے لحاظ سے اور ورزش وغیرہ بالکل نہ ہونے کی وجہ سے کمزور تھے بلکہ کمزوری نے اپنی جگہ اس وقت سے ہی بنالی تھی۔

حضرت میاں صاحب کا دستر خوان ماشاء اللہ بہت بڑا تھا ہر وقت کوئی نہ کوئی مہمان موجود ہوتا مقامی خاندان کے علاوہ جماعتی اور دوسرے دوست بھی اکثر آتے رہتے۔ اور میاں صاحب مہمانوں کے آنے پر خوش ہوتے طبیعت بہت ہی نفیس تھی ہر روز صبح اٹھ کر تیار ہوتے اپنے ہی کمرے میں چھوٹا سا دفتر بنایا ہوا تھا اور کام شروع کر دیتے یہ بات آج سے ڈیڑھ سال پہلے کی لکھ رہا ہوں۔ پاکستان سے بھی ان کے پرانے دوستوں میں سے اگر کوئی امریکہ آتا تو حضرت میاں صاحب سے ضرور ملنے آتا میاں صاحب بھی بہت خوش ہوتے اور مہمان دوست تو اور بھی خوش ہوتے۔

اسی طرح انٹرویو کرنے کے لئے بھی دو تین دفعہ لوگ آئے۔ حضرت میاں صاحب ان سے خندہ پیشانی سے ملتے اور ان کی مہمان نوازی کرتے۔ حضرت میاں صاحب کی ایک عادت بہت خوب تھی خود بہت کم بولتے تھے اور دوسروں کی بہت سنتے تھے یہاں امریکہ میں بھی بہت دوست تھے جناب معین قریشی صاحب جناب اعظم زئی صاحب اور جناب ڈاکٹر حیدر صاحب۔ ان سے بہت پیار تھا۔ ہر ہفتے رات کو انہیں کھانے پر بلاتے بلکہ اگر وہ نہ آتے تو فون کر کے بلاتے ڈاکٹر صاحب بھی حضرت میاں صاحب کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے خاندان والوں سے بھی بہت پیار تھا اکثر کسی نہ کسی کی دعوت کرتے رہتے کوئی پاکستان سے خاندان کا فرد آ جاتا تو ضرور کھانے پر بلاتے۔ میں حضرت میاں صاحب کی زیادہ خدمت تو نہ کر سکا لیکن اس کے باوجود حضرت میاں صاحب نے ایک سال کے دوران مجھے بڑی دعائیں دیں صدیق میں تمہارا بڑا مشکور ہوں۔ صدیق خدا تمہیں ہرا رکھے وغیرہ۔

**حضرت میاں صاحب کی ایک عادت بہت خوب تھی خود بہت کم بولتے تھے اور دوسروں کی بہت سنتے تھے**

حضرت بڑی بی بی صاحبہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ جن کا میں ذکر نہ کروں تو زیادتی ہو گی حضرت بڑی بی بی صاحبہ نے جو خدمت کی ہے ایسی خدمت فی زمانہ کوئی خاتون نہیں کر سکتی بہت صابر اور بہت حوصلے والی خاتون ہیں مولا کریم انہیں صحت والی لمبی عمر دے۔ آمین

مکرم ظاہر احمد صاحب عرف بتو نے بھی کمال کی خدمت کی ہے۔ ایسی خدمت کی کہ نہ دن دیکھا نہ رات اور پھر لمبی بیماری سے تو اکثر لوگ تھک جاتے ہیں پر ظاہر احمد صاحب نے حق خدمت ادا کر دیا۔ ہسپتال کے ننگے فرش پر لیٹے رہنا۔ گھر میں بھی کوشش کرتا رہا کہ حضرت میاں صاحب تھوڑی بہت ورزش کریں۔ دراصل میاں صاحب کے جسم کے پٹھے لمبا عرصہ لیٹ لیٹ کر مضمحل ہو چکے تھے اب ورزش کرنے کی ہمت نہ تھی بتو صاحب کہتے وعدہ کریں کہ صبح ورزش کریں گے۔ حضرت میاں صاحب کہتے بتو تم میرے پیارے ہو میں وعدہ کرتا ہوں میں ورزش کروں گا پر ابھی نہیں۔ میں پاس کھڑا ہوتا جب یہ الفاظ میں سنتا تو میرا دل کرتا میں پیارے میاں صاحب سے لپٹ جاؤں لیکن احترام ضروری تھا آخر میں میں دعا کرتا ہوں کہ مولا کریم حضرت پیارے میاں صاحب کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

☆☆☆☆☆

# غیر معمولی انتظامی صلاحیت کی حامل شخصیت

(مکرم امتیاز احمد راجیکی صاحب امریکہ)

برسوں پہلے کی بات ہے۔ میں نے فون کیا: ''حضرت میاں صاحب، میں امتیاز راجیکی فلاڈلفیا سے عرض کررہا ہوں۔ایک ذاتی مشورے اور دعا کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں''۔

''ضرور، جب چاہیں تشریف لے آئیں''۔ ایک متانت اور شفقت سے بھرپور نحیف سی آواز کانوں میں گونجی۔

میں اس اچانک مراد برآنے پر متعجب ہوا مجھے امید نہ تھی کہ دنیا کی ایک عظیم شخصیت، جو دینی و دنیاوی ہر دو لحاظ سے ایک منفرد مقام اور مرتبے کی حامل ہو اور جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی امارت کے کٹھن منصب کی بجا آوری میں ہمہ تن مصروف ہو، مجھ جیسے عاجز اور بے بضاعت شخص کو اتنی آسانی سے شرف باریابی عطا کرنے پر راضی ہو جائے گی۔

میں نے دوبارہ کچھ شرمندہ سا ہو کر معذرت خواہانہ انداز میں عرض کیا: ''میرا مطلب ہے، آپ کی بے حد قیمتی مصروفیات میں سے کسی وقت چند منٹ لے سکتا ہوں''۔

''ہاں ہاں ، کیوں نہیں، آپ دور سے آ رہے ہیں۔جس وقت آپ کو سہولت ہو، آ جائیں۔ میں ہر وقت حاضر ہوں''۔ پھر وہی شفیق آواز میرا حوصلہ بڑھانے لگی۔ چنانچہ اپنے سفر کا اندازہ کر کے میں نے ملاقات کا ایک وقت طے کر لیا اور اسی روز امریکہ کے دارالحکومت واشنگٹن کے نواح میں پوٹامک (میری لینڈ) میں واقع آپ کی کوٹھی پر حاضر ہو گیا۔ضروری مشورے اور درخواست دعا سے فارغ ہو کر واپس لوٹا تو دل عجیب تشکر اور طمانیت کے جذبات سے لبریز تھا کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں حسن واحسان والی کیسی شفیق ہستی کے زیر سایہ رکھا ہوا ہے اور نظام جماعت کے ذریعے ہمیں گویا ایک ہی وجود بنا دیا ہے جس کا ہر دکھ سکھ سانجھا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سے یہ میری پہلی ملاقات نہ تھی۔ اس سے پہلے اور بعد میں بھی کئی بار آپ سے شرف مصافحہ نصیب ہوا اور آپ کی قربت کی سعادتیں لوٹیں۔ اگرچہ براہ راست آپ کی ماتحتی میں کسی خدمت کا اعزاز حاصل نہ ہوا۔ مگر پچھلے دس بارہ سالوں میں جب بھی موقع ملا۔آپ کے فیض صحبت کے کچھ نہ کچھ موتی چننے کا فخر ضرور حاصل ہوتا رہا۔

حضرت میاں صاحب مرحوم کی شخصیت ایک ہمہ جہت، ہمہ رنگ، ہمہ ذوق شخصیت تھی۔اس کے کسی بھی پہلو پر اظہار خیال کرنا بلا مبالغہ سورج کو چراغ دکھانے والی بات ہے۔ ایک ایسی شخصیت جو کبھی ایک عظیم مدبر، مفکر، محقق، مقرر، معلم اور منتظم کی حیثیت سے سامنے آتی ہے۔کبھی ایک مشیر، سفیر، وزیر اور امیر کا روپ دھار لیتی ہے۔کبھی ریاضی کی گتھیاں سلجھا رہی ہے۔کبھی اقتصادیات کے سبق سکھا رہی ہے۔کبھی سیاست کے میدان کارزار میں معرکہ زن ہے تو کبھی انتظامیہ کی استاد و رہنما بنی ہوئی ہے۔کبھی پورے کے پورے ملک کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے ہے تو کبھی امام وقت کے ادنیٰ چاکر کی حیثیت سے خدمت دین میں ہمہ وقت مصروف ہے۔غرض آپ ایک ایسی تہہ در تہہ شخصیت تھے جس کی ہر تہہ الٹنے پر ایک نیا جہاں دکھائی دیتا ہے ایک ایسی ہمہ گیر کتاب حیات تھے جس کا ہر ورق پلٹنے پر نیا باب نمودار ہو جاتا ہے۔ایک ایسی انجمن جس کی ہر محفل باذوق ، ایک ایسا پھول جس کی ہر خوشبو لازوال اور ایک ایسا رنگ جس کا ہر پہلو خوشنما۔اس انجمن کے تذکروں، اس رنگ و بو کی رعنائیوں، اس حسن واحسان کی لذتوں میں لوگ مدتوں ڈوبے رہیں گے۔ لکھنے والے اپنی خیال آرائیوں کے دامن بڑھاتے چلے جائیں گے اور پڑھنے سننے والے اپنے آتش شوق کو بھڑکاتے چلے جائیں گے۔مگر انجام محفل اس حسرت کے سوا کچھ نہ ملے گا کہ 'حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا'

اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس عاجز کو یہ اعزاز حاصل رہا کہ پچھلے دس بارہ سالوں میں امریکہ میں منعقد ہونے والی تقریباً ہر مجلس شوریٰ میں شرکت کی توفیق پائی۔ چند ایک بار رکن شوریٰ کی حیثیت سے مگر زیادہ تر ایک زائر اور ادنیٰ خادم کے طور پر۔ اس دوران میں خصوصیت سے مجھے حضرت صاحبزادہ صاحب کی شخصیت، آپ کے حسن کردار، نظم وضبط، آپ کے تحمل، بردباری، معاملہ فہمی، دور اندیشی، فہم وبصیرت، علم وحکمت، خلافت احمدیہ اور نظام جماعت کے احکامات وارشادات کو حقیقی گہرائی سے سمجھ کر پورے تدبر اور بصیرت کے ساتھ ان کی ترویج وتدوین اور ان پر عمل درآمد کے بندوبست کو دیکھنے کا موقع ملا۔

میں سمجھتا ہوں۔حضرت میاں مظفر احمد صاحب کا صرف یہی کارنامہ آپ کو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ سنہری حروف سے محفوظ کرنے کیلئے کافی ہے کہ کس طرح آپ نے امریکہ جیسے ملک میں خلافت کے بعد سب سے اہم ادارے یعنی ''شوریٰ'' کو استحکام بخشا۔ اور اپنی اولوالعزم فراست اور تدبر سے اسے ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔ مستقبل کے مورخین ہی نہیں، اگر حال کے ناقدین اور علم کے متلاشی حضرات بھی نظام شوریٰ کا گہرا مطالعہ کرنا چاہیں تو میں سمجھتا ہوں۔حضرت میاں صاحب کی زیرصدارت امریکہ میں منعقد ہونے والی شوریٰ کی کارروائیوں کے ٹیپس ایک انمول خزانہ ہیں۔

امریکہ کو خدا تعالیٰ نے کئی لحاظ سے اولیت اور فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جس طرح دنیاوی معاملات میں اس کی تحریکات کے دوررس نتائج پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جماعتی لحاظ سے بھی یہاں کی تحریکات اور قربانیوں کو خصوصی اہمیت حاصل ہے۔ ان تمام کارروائیوں کو یکجہتی او رمرکزیت کے تحت باریک بینی اور حسن انتظام کے ساتھ مستقل نبیادوں پر استوار کر دینا ایک کٹھن اور دشوار گزار کام ہے۔حضرت میاں صاحب نے امریکہ میں جہاں نظام جماعت کے دوسرے شعبوں کو ایک فعال، مثبت اور منضبط طریق پر مستحکم کیا، وہاں خصوصیت سے شوریٰ کے نظام کو اپنی حقیقی دینی روح اور جماعتی منشاء کے مطابق ڈھال دیا۔ امریکہ کی اس کامیابی میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی خصوصی توجہ اور راہنمائی میں حضرت میاں صاحب مرحوم کی ذاتی شخصیت نے غیر معمولی کردار ادا کیا۔ آپ کے مزاج اور منتظمانہ تربیت کے خاص رنگ اور آپ کے لئے احباب جماعت کے دلوں میں خصوصی احترام، محبت اور وفا کے جذبے نے اس ''جوئے شیر'' کو آسان بنا دیا۔

صرف یہی کارنامہ آپ کو تاریخ احمدیت میں ہمیشہ سنہری حروف سے محفوظ کرنے کیلئے کافی ہے کہ کس طرح آپ نے امریکہ جیسے ملک میں خلافت کے بعد سب سے اہم ادارے یعنی ''شوریٰ'' کو استحکام بخشا۔ اور اپنی اولوالعزم فراست اور تدبر سے اسے ایسی مضبوط بنیادوں پر قائم کیا جو اپنی مثال آپ ہے۔

مجلس شوریٰ کے اجلاسوں کے دوران میں جب میں میاں صاحب محترم کو دیکھتا تو عقل دنگ رہ جاتی کہ اسی سال سے تجاوز کئے ہوئے، نحیف ونزار وجود اپنے جھکے ہوئے کندھوں اور خمیدہ کمر پر کس قدر کوہ گراں اٹھائے ہوئے ہے۔ آپ تینوں دن تمام اجلاسوں میں اول سے آخر تک شامل رہتے اور وقفوں کے دوران میں بھی پل بھر کے لئے آرام نہ لے پاتے۔ مسلسل صدران اور نمائندگان سے انفرادی ملاقاتوں میں انہیں ضروری ہدایات سے نوازتے رہتے۔ یہ تو صرف تین دن کی کارروائیاں تھیں جن کا ہم کبھی کبھار ملنے والے مشاہدہ کر پاتے۔ مگر اس کے پس منظر میں ان اجلاسوں کی تیاری اور بعد ازاں ان کی رپورٹنگ اور ان پر عملدرآمد کا مستقل جائزہ لینے میں اس پیرمغاں کی کتنی بے قرار راتیں اور دن صرف ہوتے، یہ سوچ سوچ کر میرا ذہن کھولنے لگ جاتا۔

ان سارے امور کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ فی الحقیقت شوریٰ کے اجلاسوں کو کنڈکٹ کرنا غیر معمولی عرق ریزی اور محنت کا کام ہے۔ اس میں ہمہ نوع افراد شامل ہوتے ہیں۔ مختلف رنگ ونسل، عمر ومزاج اور تعلیم وتربیت کے حامل افراد۔ مگر ان میں ایک چیز بہرحال مشترک ہوتی ہے اور وہ ہے خلوص نیت، نظام جماعت سے وفا اور اطاعت اور ایک صاحب بصیرت امیر، اپنے تدبر اور معاملہ فہمی کی بنا پر ان کی انہیں خوبیوں کے پیش نظر ان مختلف الخیال آراء سے بہترین رنگ میں فائدہ اٹھاتا ہے۔ حضرت امیر صاحب مرحوم میں یہ صلاحیت بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ میں حد درجہ تحمل، بردباری اور نظم وضبط تھا، بڑی خوش خلقی اور دلجمعی سے مقررین کی آراء سنتے۔ ایک لحاظ سے انہیں کھل کر اظہار خیال کا موقع دیتے اور مناسب مقام پر حدود وقواعد کا پابند بھی فرما دیتے۔ غیرضروری مباحث پر فوراً کنٹرول کرتے تاکہ وقت کا ضیاع نہ ہو بلکہ اس کا بہترین مصرف ہو۔ اور انفرادی طور پر اس رنگ میں اصلاح فرماتے کہ کسی کی دلشکنی بھی نہ ہو۔ وضاحت طلب امور پر دوران تقریر ہی مقرر سے سوال بھی فرماتے اور متعلقہ سیکرٹریان کو ریمارکس پیش کرنے کے لئے بلا لیتے۔ ایک موقع پر مجھے بھی اس کا ملا جلا تلخ وشیریں تجربہ ہوا۔ میں نے ایک تجویز مختلف رنگ میں پیش کی۔ آپ نے متعلقہ سیکرٹری صاحب سے رپورٹ طلب فرمائی اور میرے نکتہ نظر کی تفصیل کے لئے استفسار شروع کر دیا۔ میرے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ کیونکہ میرے پاس صرف ایک آئیڈیا تھا، اس کی تفصیلات

نہیں تھیں۔

عام طور پر آپ کی مقرر کردہ سب کمیٹیوں کی رپورٹس اور تجویزات بڑی مدلل، موزوں اور حسب ضرورت حال ہوتیں اور انہیں قبول کرلیا جاتا۔ تاہم اجلاس عام میں جب انہیں پیش کیا جاتا اور نمائندگان کی رائے لی جاتی تو عندالضرورت ان تجویزات میں مناسب ترمیم وتبدل بھی فرماتے؟ بلکہ ایک بار آپ نے ایک سب کمیٹی کی تجاویز کو کلیۃً ردفرما دیا کہ جس مقصد کے تحت ایجنڈے میں سفارشات رکھی گئی تھیں، اس کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی گئی۔

مجلس شوریٰ کے اجلاس کے بغیر بھی اگر کوئی تجویز سامنے آتی تو آپ اس کا فوری نوٹس لیتے اور مناسب کارروائی کرتے۔ ایک دفعہ میں نے شوریٰ کے اختتام کے بعد ایک امر پر تحریری اظہار خیال کیا۔ آپ نے بڑی شفقت سے اس کا جائزہ لیا اور اپنے ہاتھ سے ایک مختصر نوٹ لکھ کر رائج طریق کی وضاحت فرمائی۔

2001ء میں آپ نے آخری بار مجلس شوریٰ میں شرکت فرمائی۔ بے حد کمزوری اور ضعف کے باوجود پوری چابکدستی اور بیدار مغزی سے تمام دنوں کی مکمل کارروائیوں میں حصہ لیا مگر جسمانی طور پر آپ بہت نحیف ہو چکے تھے اور زیادہ اٹھک بیٹھک اور چلنے پھرنے میں دشواری محسوس کرتے تھے۔ اس سال، امیر اور مجلس عاملہ کے انتخابات بھی تھے۔ آپ کا ہمیشہ سے یہ طریق رہا کہ دوران الیکشن آپ کرسی صدارت سے اتر آتے اور نیچے آکر عام ممبران کے ساتھ بیٹھتے، مگر اس دفعہ پہلی بار آپ نے معذرت فرمائی اور بڑی عالی ظرفی سے اجلاس کے سامنے اپنی ناگزیر مجبوری کا اظہار کیا۔ یہ آپ کی بہت کریمانہ محبت اور عظمت کردار کی عجیب عاجزانہ شان تھی کہ نہایت عالی مرتبت ہونے کے باوجود انتہائی منکسر المزاج، غریب پرور اور شفیق ہستی تھے۔ اسی منکسر المزاجی اور عاجزی کے تحت بہت سال پہلے آپ نے ایک تجویز رکھی اور پھر حضور سے اس کی اجازت طلب فرمائی کہ جماعت ہائے احمدیہ امریکہ بھی مالی قربانی میں آگے بڑھے اور کسی ایک چندے میں باقی دنیا کی جماعتوں سے سبقت لے جائے۔ اس مقصد کے تحت آپ نے ''وقف جدید'' کو چنا اور اس کے لئے بڑے منظم طریق پر کوششیں شروع کر دیں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی ان عاجزانہ کوششوں کو اس طرح نوازا کہ امریکہ نہ صرف ''وقف جدید'' کے چندے میں باقی دنیا پر سبقت لے گیا بلکہ چند سالوں کے اندر اندر مجموعی مالی قربانی میں بہت آگے بڑھ گیا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی شخصیت کا ایک اور پہلو آپ کی نصائح سے پر تقاریر کا ایک طویل سلسلہ ہے جو آپ نے جلسہ سالانہ، اجتماعات اور شوریٰ کے اجلاسوں سے فرمایا۔ اس میں خصوصیت سے سیرت وحیات طیبہ حضرت اقدس مسیح موعود کے موضوع پر آپ کے بلند پایہ خطابات ایک عجیب شان کے حامل ہیں۔ ان میں اتنا جذب، چاشنی اور گہرائی پائی جاتی ہے، جو بہت کم مقررین کو حاصل ہے۔ آپ بہت دھیما، الفاظ کے اتار چڑھاؤ اور آواز کے زیرو بم سے مبرا بظاہر بے حد سادہ انداز اختیار کرتے، مگر در حقیقت اپنے اثر اور دیرپا نقش میں وہ روح کی گہرائیوں میں اتر جانے والا انداز ہوتا آپ عام طور پر لکھی ہوئی تقریر کرتے جس کا ایک ایک لفظ گویا نگینوں کی طرح پرویا ہوتا۔ ایسے محسوس ہوتا کہ اس میں کسی شے کا اضافہ کیا جاسکتا ہے نہ کوئی موتی اپنی جگہ سے ہٹایا جاسکتا ہے۔ میں نے بڑے بڑے پراثر شعلہ بیان مقرروں کو سنا ہے جو یقیناً محفل میں سماں باندھ دیتے ہیں۔ مگر حضرت میاں صاحب جیسی دلکشی اور دل کی گہرائیوں میں اتر جانے والی باتیں بہت کم سنی ہیں۔ یوں محسوس ہوتا یہ آپ کے خالص، سچے اور بے لوث دل کی باتیں تھیں، جو براہ راست سننے والے کے دل میں اترتی جاتیں۔ اس کی کوئی تشریح کوئی توضیح، کوئی تصریح ممکن نہیں۔ اسے فصاحت وبلاغت کے کسی معیار پر پرکھا نہیں جاسکتا بلکہ حقیقتاً وہ خود ہی ایک معیار تھا، اپنی سچائی کا، اپنے سچے عاشقانہ جذبوں کا۔ آپ اپنے خطابات کے آخر میں بہت خوبصورت نصائح کرتے اور دعاؤں کی تلقین فرماتے جو سننے والوں کے رگ وپے میں نئی امنگوں، نئے ولولوں کا باعث بنتیں۔ ایک عزم نو کو جنم دیتیں اور اتنی خوبصورتی اور مضبوطی سے دل کی گہرائیوں میں اتر جاتیں کہ بے ساختہ کوئی آنکھ بھیگے بغیر نہ رہ پاتی۔

آج بھیگی ہوئی آنکھوں نے اپنے محبوب امیر کو فردوس بریں کے سفر پر روانہ کردیا۔ آپ کی ان حسین یادوں اور قیمتی ورثے کو سینوں سے لگائے ہوئے۔ جو اس نابغہ روزگار وجود نے قادیان کے روحانی ماحول میں پرورش پاکر اس حسن تربیت کے ثمر کو ہم تک پہنچایا۔ عمر بھر ہمارے ہر دکھ سکھ کو اپنے فیض رحمت سے سیراب کیا اور جماعت کو ایک ایسی لڑی میں پرو دیا جس کا ہر موتی ایک دوسرے سے ٹکراتا ہے تو صیقل ہوتا جاتا ہے۔ اپنے حسن اور چمک دمک میں نکھرتا جاتا ہے۔ یہ حسن، یہ چمک، یہ نکھار یقیناً عرش معلیٰ پر آپ کے درجات کی بلندی اور تابانی کا باعث بنے گا اور اس محسن اور مظفر ومنصور وجود کے لئے آغوش رحمت باری کو وا کرنے کا سبب ہوگا۔

☆☆☆☆☆

علم و فضل کا کوئی تعین نہ کوئی حد
بونوں کے درمیان وہ مرد دراز قد

# علم وعمل کے بلند مینار

(مکرم عبدالسمیع نون صاحب پاکستان)

ہر تخلیق کا انجام فنا ہے۔ اس لئے کسی فرد کے اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر ہو جانے کا آخری سفر کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ بلکہ ایک قدرتی عمل ہے جو اسی طرح ازل سے جاری ہوا۔ اور ابدالآباد تک چلتا رہے گا۔ لیکن ہر فرد اپنے حسن اخلاق ملکی اور ملی اور دینی خدمات کی وجہ سے زندہ رہتا ہے اور اسے ہی بقائے دوام کہتے ہیں۔ ہر چند کہ یہ دور اخلاقی لحاظ سے بانجھ پن کا دور ہے اور ہمارا معاشرہ اخلاقی لحاظ سے قحط الرجال کا شکار ہے۔ ایسے میں اگر کوئی شخص اپنے حسن عمل کے اور اعلیٰ اخلاق کے جاوداں نقوش چھوڑ جاتا ہے تو اسے ابدی حیات حاصل ہو جاتی ہے میرا آج کا ممدوح۔ صاحبزادہ حضرت مرزا مظفر احمد بھی ان لوگوں میں سے ہیں جو دنیا چھوڑ جانے کے بعد بھی زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے۔ کتنی حق بات آپ کے تایا حضور نے کہی تھی کہ۔

تو چاہے تو وہی غیر فانی بن جائے
وہ زندگی جسے سب حباب کہتے ہیں

فروری 1913ء میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ حضرت مسیح موعود کے بیٹوں کے تینوں بڑے صاحبزادگان کی اعلیٰ دینی ماحول میں تربیت ہوئی اور ان نوخیز پودوں نے خوش نما پھول کھلائے کہ ایک دنیا کو اپنی خوشبوؤں سے معطر کر دیا۔ یہ تینوں بھائی اکٹھے پلے اور جوان ہوئے اور ان میں یکرنگی اور وحدت واخوت کے ایسے گہرے تعلقات خود ہم نے دیکھے۔ کہ گویا ایک مقدس مثلث کے تین زاویے تھے۔ تعلیم وتربیت پانے کے بعد ہر ایک نے اپنے اپنے رنگ میں خدمت دین اور ملکی وملی خدمات کے وہ جاوداں نقوش آہنی حیات مستعار کے دوران ثبت کئے اور نور اور روشنی کے ایسے ایسے مینار تعمیر کئے۔ جو رہتی دنیا تک راہ نمائی اور دستگیری کا کام دیتے رہیں گے قوس قزح اپنے خوش نما رنگوں کی آمیزش کی وجہ سے خوبصورت اور معصوم مشہور ہے۔ اور دلوں کو بہت بھاتی ہے۔ اسی طرح چاندنی کی ٹھنڈک اور شبنم کی پاکیزگی ملائمت اور خنکی بھی بہت دلپذیر مشہور ہے۔ مگر ان تینوں بھائیوں کے اخلاق اور ان کی دلنوازیوں اور دلربائیوں کے ساتھ ان قدرتی مناظر کا بھی کوئی مقابلہ نہیں۔ جو کیفیت اور معنویت اور رنگ ونوران بھائیوں نے اپنی اپنی زندگیوں میں پیدا کیا اس کا جواب نہیں۔

آج جس بھائی کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ یہ نامور سکالر، انتھک کارکن، دیانت و امانت کے درخشاں مینار ملک وملت کی بے انتہا اور بے لوث خدمت کرنے والے دین حق کی خدمت کے لئے ہر آن کمر بستہ ایک وفا شعار اور پختہ دوست تھے غرض قلم میں طاقت نہیں جو اس کے اوصاف گنوا سکے۔ نام نامی تھا۔ حضرت مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد صاحب) یہ مخفف نام ایم ایم احمد بھی خوب مشہور ہوا۔ اور اسی نام کے ساتھ بھی ایک تقدس ایسا اتصال پکڑ گیا کہ کسی اور کو اس میں شریک ہونے کی آج تک توفیق نہیں ملی۔ ہمارے میاں صاحب آج اس دنیا میں نہیں ہیں۔ مگر میں محسوس کر رہا ہوں کہ ان کا وجود میرے قریب آ کر سرگوشی کر رہا ہے۔ اس لہجے میں جس لہجے میں ازراہ کرم ودل نوازی 29 جولائی 2001ء کی شام کو اپنے مکان پر ڈیڑھ گھنٹہ کے قریب مختلف موضوعات پر باتیں کیں۔ تعلق بنانا اور نبھانا تو اس خانوادے کی خاندانی خوبصورت روایات میں شامل ہے۔ میں پہلے کسی مضمون میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے 1952ء کی شام رتن باغ میں جب حضور ابھی پرنسپل کالج کے تھے۔ بعد نماز مغرب میرا ہاتھ حضرت میاں صاحب کو جو پکڑایا۔ اور اتنا کہا کہ سرگودھا کے اپنے گاؤں میں یہ واپس نہ جائے۔ اگلی صبح میں حضرت میاں صاحب کے دفتر جو مال روڈ پر واقع تھا گیا۔ تو مجھے انسپکٹر بحالیات شاہ عالمی دروازے کا حکمنامہ تھما دیا گیا۔ اور یہیں سے میرے لاء گریجوایٹ بننے کی بنیاد پڑی۔ اس تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں۔ تعلق روز اول کی طرح پر کیف اور پرتپاک رہا۔ یہ تعلق اگرچہ ایک نیاز مند اور مخدوم ایک ذرہ ناچیز اور خاندانی عز ووقار کے بلند وبالا مینار کے علاوہ دنیا کے بہت بڑے افسر اور بیکس اور بے نوا کے درمیان تھا۔ ادھر ایک بالکل بیکس اور بے ہنر مبتدی اور ادھر ایک منتہی ہر دو میں کسی قسم کا اشتراک منصب یا ہمسری کی نسبت تلاش کرنے کار بیکار ہی ہے۔ لیکن یہ فخر میرا سرمایہ ہے کہ تعلقات میں جتنی بہتری ہو سکتی تھی۔ اور جتنی بے تکلفی ممکن تھی آپ ہی کی طرف سے ہوتی تھی۔ سرگودھا میں میں نے وکالت شروع کی ہوئی تھی کہ کالج کے کسی فنکشن میں حضرت میاں ایم ایم احمد صاحب بھی

لاہور سے آئے ہوئے تھے۔ میں پہلے آپ کو لاہور ملا تھا اور راولپنڈی کا ایک کام کہا ہوا تھا۔ آپ نے پنڈی جانے پر وہ کام کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا تھا۔ دونوں بھائی آمنے سامنے تھے۔ جناب پرنسپل (بعدہ میرے سیدومرشد) اور حضرت مرزا مظفر احمد صاحب ۔حضرت صاحب نے پوچھا کہ مظفر آپ نے پنڈی کب جانا ہے۔ میں ابھی آپ سے ملا ہوا نہیں تھا۔ مگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا ہوا تھا۔ کہ پچھلی طرف کھڑا ہوا ہے۔ فرمایا سمیع نون کے کام جانا ہے۔ اور مڑ کر میری طرف نگاہ کی۔ جب کہے گا چلا جاؤں گا۔ میں نے کہا۔ میاں صاحب میرا کام تو گویا ہو گیا۔ جو اتنا آپ نے میرا خیال رکھا ہوا ہے۔

29 جولائی 2001ء کو میں واشنگٹن گیا تو مجھے گزشتہ 60/70 سال کے عرصہ کے سفر حیات میں بہت سے مسافر ملے۔ جنہیں میں نے الوداع کہا اپنے بھی اور غیر بھی عالم اور متقی اور راہنما اور رہبر بھی۔ مگر یہ شخص وفا اور راستی کا مجسم تھا اپنے مرشد سے تقویٰ کی ساری تفاصیل کے ساتھ اس نے اپنے آپ کو رنگ لیا ہوا تھا۔ سب سے منفرد صاحب دل ستھری زندگی اور صاف ستھرا سفر۔ میں تو بیمار پڑا تھا۔ اور دل کے بائی پاس کے لئے جانے کے لئے تیار بیٹھا تھا۔ کہ ایک دن برادرم قریشی محمود الحسن صاحب کو فون کیا آگے سے انہوں نے بتلایا کہ نامعلوم میاں صاحب کا جنازہ کب آتا ہے۔ اس پر مجھے پتہ چلا کہ آپ فوت ہو چکے ہیں۔ آنسو ایسے بہنے لگے۔ جیسے کسی نے صراحیاں انڈیل دی ہوں آنکھوں کے سامنے ان کے الطاف کریمانہ ان کے مقدس باپ دادا کے واقعات واحسانات اور ایک ایسی فلم چلی کہ میں بہت دیر تک اکیلا اپنے کمرے میں بیٹھا آنسو بہاتا رہا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی طرف سے محبتوں اور شفقتوں کا ایسا پرکیف ریلا آیا جس سے میری محرومیوں اور بے بسی کے پر پوری طرح بھیگ گئے۔ اور اس نے مجھے سنبھلنے کا موقع ہی نہ دیا۔ اور میری اندرونی دیوار کوریت کی دیوار کی صورت مسمار کر دیا۔ ان کی محبت کے مسلسل بڑھتے ہوئے گراف نے مجھے پریشان کر دیا اور میری ساری پژمردگیوں اور پریشان حالی پر ان کی الفتوں کی چھاجوں اوس پڑ چکی تھی اور میں سوچتا تھا کہ یہ قرون اولیٰ کے دور کا شخص کس زمانے میں آ گیا ہے۔ 30 سال قبل جب قاتلانہ حملے میں آپ کو حی وقیوم نے نئی زندگی عطا فرمائی تھی ہم کوتاہ فکر کیا اندازے لگا سکتے ہیں۔ مگر آسمانی آقا کی داد و دہش کا بھی کچھ ٹھکانہ نہیں کیا عجب آپ کا نام جانی قربانی دینے والوں میں شامل ہو چکا ہو۔

1978ء میں پہلی بار امریکہ گیا۔ میرا قیام محترم ڈاکٹر شمیم احمد صاحب کے گھر تھا۔ جب میاں صاحب کو پتہ چلا تو ایک صبح نو بجے کے قریب میرے کمرے میں تشریف لائے اٹھ کر تعظیم بجالایا۔ اور حضرت باجی کی خیریت دریافت کی۔ فرمایا وہ ساتھ آئی ہوئی ہیں۔ اور تمہیں سلام کہتی ہیں اور ساتھ ہی حکم سنایا کہ آج رات تم ہمارے ہاں کھانا کھاؤ گے میں نے عرض کیا کہ حضرت یہ بھی آپ کا ہی گھر ہے۔ مگر فرمایا نہیں یہ سب لوگ ادھر ہی آجائیں گے۔ چنانچہ ہم وہاں گئے۔ تو لندن میں پاکستان کا سفیر بھی آیا ہوا تھا۔ اور بھی کئی آدمی تھے۔ کھانے سے پہلے نماز مغرب وعشاء کا وقت ہوا۔ تو نماز پڑھنے کے لئے ایک مخصوص کمرے میں گئے میں نے بہت اصرار کیا کہ جناب آج صاحب خانہ امامت کروائیں گے۔ مگر اس کے جواب میں دلفریب مسکراہٹ اور کہ میاں احمد (میاں عبدالرحیم احمد صاحب) نماز پڑھائیں گے۔ اور اس کے بعد کھانا شروع ہوا سفیر صاحب سے تعارف کروایا بہت باتیں ہوتی رہیں۔ مگر میاں صاحب کا ایک دستور تھا کہ ہمیشہ سنجیدہ اور بامقصد بات کرتے تھے۔ 1978ء میں ہی جنرل یحییٰ خان صاحب فالج سے بیمار ہو کر امریکہ گئے۔ اور واشنگٹن حضرت میاں صاحب کے گھر ہی سیدھے گئے۔ ان کے ہمراہ ان کا بیٹا اور بیوی بھی تھی۔ وہ تو مسلسل میاں صاحب کی کوٹھی پر ہی رہے اور جنرل صاحب کو حضرت میاں صاحب نے ہسپتال میں داخل کرا دیا۔ مغربی ممالک کے طریق کے برعکس میاں صاحب کے پاس پاکستانی ڈرائیور پاکستانی باورچی اور خادم ہوتے تھے۔ وہاں شوفر والی کار تو ایک ایسی عیاشی ہے جو بڑے لارڈز ہی افورڈ کر سکتے ہیں۔ مگر میاں صاحب کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ وہ لوگ دو ماہ میاں صاحب کے گھر رہے۔ جس وقت واپس آئے تو صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ بھی ایئر پورٹ پر سابق صدر کی بیگم کو الوداع کہنے گئیں۔ بوقت الوداع بیگم صدر یحییٰ خان صاحب نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ یا اللہ مظفر کافر ہے۔ تو ساری دنیا کو اس جیسا کافر بنا دے ہمارے ساتھ میاں صاحب کو اب کوئی غرض نہیں ہوسکتی۔ مگر جس وفا شعاری اور بلند اخلاق کے تحت انہوں نے ہماری ہر طرح کی خبر گیری کی ہے۔ دنیا کے پردے پر کوئی ایسا انسان نہیں جو اتنی خدمت کر سکے۔ وہ رو رہی تھی۔ بے حد ممنونیت کا اظہار ان سب نے اس روز کیا۔ میں جب سال 2001ء میں حضرت میاں صاحب کے گھر گیا۔ تو اس روز بھی سابق صدر کا فوٹو آپ کے کمرے میں پڑا تھا۔ میں نے پوچھا تو بتایا کہ یحییٰ خان صاحب ہمارے گھر تھے۔ تو ان کی خواہش پر فوٹو لئے پھر انہی کے کہنے پر میں نے وہ فوٹو انہیں پاکستان بھیج دیئے۔ ایک فوٹو ایسا تھا کہ دیوار کے پیچھے حضرت مسیح موعود کا بڑا فوٹو تھا۔ تو وہ میں نے نہ بھیجا کہ یحییٰ خان صاحب یہ نہ سمجھیں کہ میں انہیں خاموشی سے دعوۃ الی اللہ کر رہا ہوں۔ مگر یحییٰ خان تاڑ گئے۔ اور انہوں نے اصرار سے کہا کہ جناب وہ فوٹو بھی بھیجیں جس کے عقب

میں بڑا فوٹو بڑے مرزا صاحب کا ہے۔ چنانچہ پھر میں نے انہیں وہ بھی بھجوا دیا۔

زندگی میں بڑے بڑے افسران سے واسطہ پڑا ہے۔ ایک بات جو انوکھی میاں صاحب میں میں نے دیکھی ۔ اس کے وجوہ تلاش کرنا مشکل نہیں ہیں۔ حضرت میاں صاحب کا خاندانی وقار اور وجاہت ہی ایسی تھی۔ اور پھر اخلاق ایسے بلند اور کریمانہ کہ آپ کے ماتحت تو آپ کے مداح تھے ہی آپ کے افسران بالا بھی آپ کی خواہشات سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے۔ ابتدائی سالوں 52\1951ء کی بات ہے۔ کہ آپ ایڈیشنل کمشنر بحالیات تھے۔ اور کمشنر بحالیات فدا حسین صاحب تھے۔ مگر سید فدا حسین صاحب کا سارا انحصار حضرت میاں صاحب کے فیصلہ جات پر تھا۔ ممدوٹ وزارت میں آپ سیالکوٹ میں ڈپٹی کمشنر تھے کہ تین ایم پی اے وزیر اعلیٰ کو ملنے آئے انہوں نے اندر سے کہہ بھیجا کہ اگر میاں مظفر احمد صاحب کے خلاف کوئی بات ہے۔ تو میں آپ کو ملنے کو تیار نہیں ہوں۔ ایسے تین ڈی سی اگر پنجاب کو مل جائیں ۔ تو سب معاملات طے ہو جائیں گے۔ یہ بڑی بے غیرتی ہے۔ کہ ایسا صاف ستھرا افسر آپ کو پسند نہیں۔

آپ ڈی سی سیالکوٹ تھے۔ جب لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے سیالکوٹ حکم بھیجا کہ وہاں جو قیمتی سامان پڑا تھا۔ معذوروں کے لئے وہ ریل گاڑی میں لوڈ کرا کر ہندوستان بھیجا جائے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب ماؤنٹ بیٹن ابھی اس لالچ میں تھا کہ اسے دونوں ممالک گورنر جنرل مقرر کر لیں ۔ جب حضرت میاں صاحب کو اس سازش کا علم ہوا۔ تو فوراً ریلوے حکام کو حکم بھیجا کہ یہ گاڑی جو تم بھیج رہے ہو روک لو، انہوں نے عذر کیا کہ جناب لیڈی ماؤنٹ بیٹن کا یہ حکم ہے۔ میاں صاحب نے فرمایا خواہ کسی کا ہو۔ تم میرے حکم کے پابند ہو۔ ہرگز گاڑی یہاں سے نہ چلے۔ اور پھر سارا سامان اتار لیا گیا۔ اور اس طرح پاکستان بڑے نقصان سے محفوظ رہا۔

**آپ کے ماتحت تو آپ کے مداح تھے ہی آپ کے افسران بالا بھی آپ کی خواہشات سے سرمو انحراف نہیں کرتے تھے**

مجھے ایک واقعہ آپ نے سنایا کہ نواب امیر محمد خان کالاباغ نے کہا کہ میاں صاحب آپ کل سے چیف سیکرٹری پنجاب کا عہدہ سنبھال لیں میں نے صدر ایوب خان صاحب سے بات کر لی ہے۔ میاں صاحب نے کہا کہ میں چارج نہیں لوں گا۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ سابقہ چیف سیکرٹری نے میرا نام ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے لئے تجویز کیا تھا۔ اس لئے یہ محسن کشی ہے کہ اسے ہٹا کر چارج خود سنبھال لوں۔ دوسرے میں جونیئر ہوں۔ میرا حق بھی نہیں بنتا۔ نواب صاحب نے بااصرار کہا۔ مگر انہوں نے یہ بات ماننے سے انکار کر دیا۔ نواب کالاباغ نے حیرت سے کہا کہ عجیب آدمی ہے۔ چیف سیکرٹری پنجاب کے عہدے پر لات مار رہا ہے۔ اصول پسندی اور ایسی بلند اخلاقی کی توقع آپ جیسے باکردار انسان سے ہی کی جا سکتی تھی۔ پھر جب آپ مرکز میں گئے تو پہلے فنانس سیکرٹری اور پھر ڈپٹی چیف پلاننگ کمیشن اور پھر مشیر صدر جو عہدہ کے لحاظ سے وفاقی وزیر کے برابر تھا۔

آپ مرکز میں تھے صدر پاکستان محمد ایوب خان صاحب تھے۔ تو انہوں نے صدر صاحب کو کہا کہ نواب کالاباغ کے بیٹے مظفر خان کو وزیر لے لیں۔ وہ تو انکار کر نہیں سکتا تھا۔ جب اس بات کی خبر گورنر صاحب کو ہوئی۔ تو انہوں نے میاں صاحب کو کھانے پر مدعو کیا اور پوچھا کہ ایسی کون سی تجویز آپ نے دی ہے۔ آپ نے فرمایا تجویز منوالی ہے۔ گورنر نے کہا کہ میاں صاحب لوگ کہیں گے خود گورنر بنا اور بیٹے کو وزیر بنوا لیا ہے۔ میاں صاحب نے کہا کیبنٹ میں آپ کی مخالفت ہوتی ہے۔ جو کوئی بھی رنگ لا سکتی ہے۔ آپ کا بیٹا وہاں بیٹھا ہوگا تو آپ کے مخالف لابی ختم ہو جائے گی اس پر گورنر بہت ممنون ہوا۔ مگر کچھ دن سوچنے کے لئے مہلت مانگی۔

غرض ایسا باوقار عزت وعظمت والا یہ انسان تھا کہ جہاں رہا قطع نظر اس کے کہ اس کا عہدہ کیا ہے منصب کیا ہے۔ وہ نمبر ایک ہی رہا مگر دنیا جانتی تھی کہ اس کی اپنی ذاتی غرض کوئی نہیں ہوتی تھی۔ ہر ایک کا بھلا سوچنا اور بھلا کرنا اس کی فطرت کا حصہ بن چکا تھا۔ ان کی شخصیت علم وعمل کا دلآویز اور حسین مرقع تھی اقتصادیات ان کی ہاتھوں کی چھڑی تھی اور رموز حکومت گویا ان کی جیب میں تھے۔ آدمی پڑھا لکھا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کا گہرا تعلق ہو۔ اور ہر مشکل مرحلے میں اللہ سے راہنمائی بھی چاہے۔ تو اس کے لئے کیا مشکل رہ جاتی ہے۔ ''ایم ایم احمد کے انکشافات'' ایک صحافی نے آپ کا نہایت تفصیلی انٹرویو لیا تھا۔ جو کتابی صورت میں شائع ہوا۔ اور جس کی ایک کاپی مجھے عنایت کی گئی تھی۔ نہایت مفید اور دلچسپ معلومات کا مجموعہ ہے۔ اس کے مطالعہ سے

معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا اپنی اونچی ملازمت کے دوران نیکوں سے بھی واسطہ پڑا۔ اور دوسرے لوگوں سے بھی۔ گویا جفت خوش حالاں و بدحالاں شدم۔ ان پر پوری طرح صادق آتا ہے جو اچھے لوگ نہیں تھے۔ ان کی برائیوں سے نفور رہے۔ مگر ان کے ساتھ تعلقات کو نباہا کیونکہ دین حق بدی سے نفرت کرنے کا حکم دیتا ہے۔ مگر بد کی دعا اور موعظمہ حسنہ کے ذریعے اصلاح کی کوشش کرنے پر زور دیتا ہے۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کے زمانے میں بعض مخرجین کے رابطوں کی کنہ معلوم کرنے کیلئے ایک کمیشن حضور کے حکم سے بٹھایا گیا تھا۔ جس کے ممبران حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر اور حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اور خاکسار راقم الحروف تھے۔ اسی دوران خاندان اقدس کے بعض افراد سے بھی بعض معلومات حاصل کرنا تھیں۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں مجھے راہنمائی کی ضرورت پڑی۔ تو میں صاحبزادی امتہ الرشید بیگم صاحبہ کے دردولت پر حاضر ہوا۔ میری گفتگو میں میری کوئی بات انہیں پسند آئی۔ یوں میں نے مودب رہنا ہی تھا۔ کہ سیدنا حضرت مصلح موعود کی صاحبزادی اور سیدنا حضرت خلیفہ اول کی نواسی ہیں۔ انہوں نے مجھے بھائی بنالیا۔ جس پر مجھے آج تک بجا طور پر فخر ہے۔ حضرت میاں صاحب پاکستان آئے تو انہوں نے موصوفہ سے کہا کہ امتہ الرشید تم نے عقل کی بات کی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ نون کو تم نے اپنا بھائی بنالیا ہے۔ باجی نے یہ واقعہ مجھے سنایا تو میرے لئے مسرت اور مزید اعزاز کا موجب بنا۔

چہرہ انسان کے اندرونے کا انڈکس ہوتا ہے۔ ایک لطیف واقع سناتا ہوں۔ بہت پرانی بات ہے۔ حضرت میاں صاحب ولایت سے فارغ التحصیل ہو کر آئے تھے۔ مجھے محترم چوہدری عزیز احمد صاحب باجوہ سیشن جج مرحوم نے سنایا کہ میں لاہور G.P.O کے پاس فٹ پاتھ پر چل رہا تھا کہ اچانک حضرت میاں صاحب کسی کام سے وہاں آئے۔ کار میں تھے کار سے اتر کر ڈاکخانہ میں گئے۔ تو میں نے انہیں غور سے دیکھا۔ میں نے جوانی میں ہی داڑھی رکھی ہوئی تھی۔ نماز اور تہجد کا التزام بھی کرتا تھا۔ میاں صاحب کے چہرے پر نظر پڑی تو میں نے اپنے آپ کو مخاطب ہو کر کہا عزیز احمد! تو سو کوشش کرے اس نوجوان کے چہرے پر جو نور ہے۔ اسے تو ساری عمر نہیں پہنچ سکتا۔

عشق الٰہی وسے منہ پر ولیاں ایہہ نشانی

کچھ عرصہ ہوا۔ روزنامہ جنگ کے میگزین میں حضرت میاں صاحب کے بارہ میں ایک مضمون چھپا اس میں مضمون نگار نے آپ کی تصویر بھی ساتھ شائع کر دی۔ میں کافی دیر اسے دیکھتا رہا۔ پھر اخبار سے تصویر پھاڑ کر ڈائری میں رکھ لی۔ میاں صاحب سے خط وکتابت اکثر رہتی تھی۔ اس کے بعد جو خط لکھا تو تصویر والا واقعہ بھی لکھ ڈالا۔ آپ نے ایک بڑے لفافہ میں اپنی ایک بہت بڑی خوبصورت تصویر بھیج دی۔ کہ اخباری تصویر کو چھوڑ دو۔ اتنا شوق ہے تو یہ رکھ لو۔ چنانچہ بھی وہ میرے کمرے کی زینت ہے۔ اب جو میں نے خط لکھا تو اس میں لکھا کہ میاں صاحب تصویروں سے کام نہیں بنتا آپ سے ملاقات ہو۔ باتیں ہوں، بہت سال ہوئے آپ آئے ہی نہیں غالباً 1991ء میں آخری بار آئے تھے۔ اسلام آباد سے 1991ء کا لکھا ہوا ایک خط میرے پاس پڑا ہے۔ تصویر کے بارہ میں لکھا کہ بہت شکریہ مل گئی ہے۔ مگر یہ باتیں نہیں کرتی۔

آپ نے تصویر بھیجی ہم نے دیکھی غور سے
ہر ادا اچھی خموشی کی ادا اچھی نہیں

مگر لکھا کہ یہ بھی کچھ نہ کچھ کام آتی ہے۔ ہم نے کمرے میں رکھی ہوئی ہے۔

میرا ذہن یادوں کا بسیرا بن گیا ہے۔ یہ یادیں بھی کچھ عجیب چیز ہیں کچھ ایسی ہیں کہ ان سے دامن چھڑانا ناممکن۔ کچھ ہزار کوشش کے باوجود گرفت میں نہیں آتیں۔ آپ سے آخری ملاقات میری لینڈ امریکہ میں گزشتہ برس ہوئی۔ میں نے محسوس کیا کہ قویٰ مضمحل ہو چکے تھے۔ عناصر میں اعتدال نہیں رہا تھا۔ مگر وہی دلیری۔ دل نوازی اور خاندانی نور اور جاہ وحشم۔ اس کی یاد چاہتا ہوں کسی طرح بھول جائے مگر اتنے پیارے شخص کی اتنی پیاری یاد کیونکر مجھے چھوڑے۔ 23 جولائی کو آپ نے دنیا چھوڑی۔ پھر 30 جولائی کو ربوہ کی بھری محفل سے جب وہ جو خوش لباس۔ خوش گفتار اٹھ گیا۔ دلی دکھ ہوا کہ میں ان کے آخری سفر میں شامل نہ ہو سکا۔ کیونکہ عین 30 جولائی کو اس وقت جب ادھر آپ کی سواری آخرت کے لئے تیار ہو رہی تھی لاہور کے ایک ہسپتال میں ڈاکٹر اپنے اپنے فن کا مظاہرہ اور سرجن اپنے ہنر کا کمال میرے ناتواں سینے کو مشق ستم بنا کر کر رہے تھے۔

دربار خلافت کے انمول رتن، اے وہ کہ جسے شاہانہ چہرہ عطا ہوا تھا۔ تیری آنکھ سے ہمیشہ نور اور محبت کی پھوار برستی تھی۔ اے وہ جس کی کشادہ پیشانی، وسیع قلب ونظر کی علامت تھی۔ اے نبیرۂ مسیح پاک تو اپنے ''چاند'' باپ کی طرح غم زدہ دل کو بھانپ کر۔ اس کے سارے ہم وغم اپنے سینے میں سمو لینے کی خواہش رکھتا تھا۔ جا اپنی ساری خدمات قوم وملت اور خدمات دین متین کا صلہ اپنے رب کریم سے وصول کر۔ تیرے بزرگ باپ اور مقدس دادا تجھے خوش آمدید کہیں۔

اپنی سرکاری ملازمت کے دوران اعلیٰ معیار دیانت اور راست روی کا اجر تجھے تیرا خالق ومالک عطا کرے۔ جس کی رضا ہر لحہ تیرے پیش نظر رہی۔

تم روٹھ گئے دل بیٹھ گیا اب دل کی حقیقت کیا کہئے

(الفضل 3 اکتوبر 2002ء)

☆☆☆☆☆

# حضرت مرزا مظفر احمد کی یاد میں

(محمد اسماعیل منیر صاحب واقف زندگی امریکہ)

عاجز نے ۱۹۴۴ میں قادیان میں داخلہ لیا تو وہاں سے محترمی میاں صاحب کے لنڈن سے واپس آکر سرکاری ملازمت کرنے کا علم ہوا۔ پھر ۱۹۴۷ء میں آپ کی ڈیوٹی ضلع سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی تھی تو آپ کی قادیان والوں کے لئے خدمات کا علم ہوتا رہتا تھا مگر اس سلسلہ میں آپ کی محبت اور خلوص کا علم ۱۹۵۴ء میں ہوا جبکہ آپ پنجاب سیکٹریات میں ڈیوٹی پر تھے اور عاجز کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ایک فوری حکم پر چھ مربیان سلسلہ کے بیوی بچوں کے پاسپورٹ بنوانے کے لئے وکالت تبشیر نے لاہور بھجوایا۔ عاجز آپ کے نام ایک مختصر خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے خط پڑھا اور اپنے معمول کے کام مکمل کرنے کے بعد مجھے اپنے ہمراہ لیا اور متعلقہ افسر کے پاس لے جا کر میرا تعارف کروایا اور میرے کام میں میری مدد کی درخواست کی۔ اس زمانہ میں پاسپورٹ حاصل کرنے کے لیئے چھ آٹھ ماہ بلکہ سال تک لگ جایا کرتا تھا۔ پولیس رپورٹ حاصل کرنے میں بڑا وقت لگ جاتا تھا۔ مگر ہمارا معاملہ جلد کا متقاضی تھا اسلئے افسر متعلقہ سے باہمی مشورہ سے طے پایا کہ وہ ہماری درخواستوں پر اپنی کاروائی مکمل کر کے پولیس رپورٹ کے لیے فائل مجھے دے دیں تا میں خود متعلقہ افسروں کے پاس جا کر رپورٹ لے آؤں۔ چنانچہ میں فائل لے کر ضلع جھنگ کے افسر کے پاس گیا (ربوہ کے رہنے والوں کا تعلق اس ضلع سے تھا) پھر وہاں سے آرڈر لے کر چنیوٹ کے تحصیل کے افسر پولیس کے پاس آیا وہاں سے آرڈر کروا کر لالیاں سب تحصیل میں پہنچا وہاں سے رپورٹ مکمل کروا کر چنیوٹ اور جھنگ سے ہوتا ہوا واپس لاہور حضرت میاں صاحب کے پاس پہنچا تو آپ بہت خوش ہوئے کہ آپ تو کام بہت جلد مکمل کروا لائے ہیں۔ پھر آپ کی توجہ سے بقیہ کاروائی مکمل ہوئی تو عاجز نے پندرہ دنوں کے اندر پاسپورٹ لے کر ربوہ واپس جا کر وکالت تبشیر میں رپورٹ دی اور یہ چھ مبلغین مع اہل وعیال (۱) سری لنکا (۲) ماریشس (۳) عدن (۴) غانا (۵) اردن (۶) ٹرینیڈاد اسی سال پہنچ گئے۔ الحمدللہ۔

پاکستان سروس سے ریٹائرمنٹ کے بعد آپ امریکہ آ چکے تھے۔ اس زمانہ میں پاکستان کے ڈکٹیٹر جنرل ضیاء الحق نے جب اینٹی احمدیہ آرڈیننس نمبر ۲۰ جاری کیا تو اس کے ماتحت سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں احمدیوں پر مقدمات درج ہو گئے۔ ان میں اسیران راہ مولیٰ ساہیوال بھی تھے جن میں دو (عزیزم محمد الیاس منیر مربی سلسلہ اور رانا نعیم الدین خادم مسجد احمدیہ ساہیوال) کو جنرل ضیاء الحق کے ایماء پر سزائے موت سنائی گئی تھی اور باقی کو سزائے عمر قید تھی۔ ان اسیران کا ساری جماعت کو فکر رہتا تھا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ بار بار دعاؤں کی تحریک کرتے رہتے تھے۔ ان حالات میں محترمی میاں صاحب نے نہ صرف دعاؤں سے ہماری مدد فرمائی بلکہ موقع ملنے پر ہر ممکن عملی اقدامات بھی کرتے بلکہ ایک موقع پر تو آپ نے فرمایا کہ عنقریب خوشخبری آئے گی۔ بالآخر جب خدا کا حکم آیا تو ہائی کورٹ کے دو ججوں کو ان اسیران کو رہا کرنے کا کریڈٹ مل گیا۔ ان اسیران کی دس سال بعد جیل سے رہائی پر ساری دنیا کے احمدیوں بلکہ شریف غیر احمدیوں نے بھی خوشیاں منائیں۔ محترمی میاں صاحب بھی بہت خوش تھے جس کا اظہار انہوں نے جلسہ سالانہ یو۔کے ۱۹۹۷ء کے موقع پر میرے ساتھ زبانی فرمایا اور مختلف مراحل کا ذکر فرماتے رہے جس سے صاف پتہ چلتا تھا کہ اسیران پاکستان کا عام اور اسیران ساہیوال کا خصوصی خیال آپ کو رہتا تھا اور ہمیشہ ان کی بہتری کے لئے ہر ممکن کوشش کرتے رہتے تھے۔

تیسرا واقعہ یہاں میرے ۱۹۹۹ء میں امریکہ پہنچنے پر ہوا۔ جلسہ سالانہ ۱۹۹۹ء کے لئے حاضر ہوا۔ نماز جمعہ پر سرسری ملاقات ہوئی تو آپ کی باتوں سے پتہ چلا کہ آپ میرے اور میرے بیٹے الیاس منیر صاحب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں۔ جلسہ کے تین دنوں میں کئی بار ملاقاتیں ہوئیں اور ہر بار آپ نے کوئی نہ کوئی نئی بات بتائی جس سے میرے دلچسپی آپ سے بڑھتی گئی۔ اگلے سال اپریل میں سیکرٹری تربیت ملک ناصر احمد صاحب کے ارشاد کی تعمیل میں بیت الرحمان میں تربیتی کلاس میں قران مجید پڑھانے کی خاطر حاضر ہوا تو پھر نماز جمعہ میں حضرت میاں صاحب کے ساتھ ہی اسی صف میں مجھے بھی جگہ ملی۔ السلام علیکم ہوتے ہی باہر ایک طرف اشارہ کر کے خوشخبری سنائی کہ ادھر اللہ تعالیٰ نے مزید چند ایکڑ زمین ہمیں دے دی ہے جس سے جلسہ کے لئے ہمیں آسانی ہو جائے گی۔ جلسہ سالانہ ۲۰۰۰ بیت الرحمان کے احاطہ میں ہوا اور آپ باوجود کمزوری کے تینوں دن تشریف لاتے رہے اور ملاقات کا موقع ملتا رہا۔ آپ کی جماعتی مساعی میں دلچسپی کا نیک نمونہ دیکھ کر خوش ہوتا رہا اور آپ کے لئے بے اختیار دل سے دعا نکلتی کہ اللہ تعالیٰ اس نافلہ مسیح موعود کو تادیر خدمت سلسلہ کی توفیق عطا فرمائے۔ الحمدللہ اللہ تعالیٰ نے ہماری تضرعات کو سنا۔

۲۰۰۱ء میں آپ کے ارشاد کی تعمیل میں عاجز تبلیغ

باقی صفحہ ۲۸ کالم ۳ پر

# دلنواز شخصیت

(مکرم سید سعید الحسن صاحب)

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب اپنے نام کی طرح زندگی کے ہر میدان میں مظفر و منصور رہے ملکی سطح ہو یا بین الاقوامی - دنیاوی ہو یا دینی' ہر میدان میں عزت وتوقیر اور سربلندی و کامیابی ان کے حصہ میں آئی-

محترم عبدالسمیع نون صاحب کا مضمون آپ کی سیرت کے متعلق پڑھ رہا تھا اور بلاشبہ اس عظیم شخصیت کی زندگی کا ایک پوشیدہ باب نمایاں ہو رہا تھا - وگرنہ تو صرف آپ اس حوالے سے پہچانے جاتے تھے کہ بہت بڑے اقتصادی ماہر ہیں- عالمی بینک کی وجہ سے شہرت ہے- دنیا میں عزت وتوقیر کے حوالے سے دیکھے جاتے تھے-لیکن یہ مضمون پڑھ کر یوں لگا کہ آپ تو محبت کا ناپید سمندر تھے-

خاکسار کی زندگی میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی زندگی کا ایک اور انداز بھی سامنے آیا اور یہ آپ کی سیرت پر روشنی ڈالتا ہے- جب خاکسار علی پور مظفر گڑھ میں متعین تھا اس وقت جتوئی کی جماعت میں گیا تو وہاں ایک غیر از جماعت معزز زمیندار قاضی محمد اقبال صاحب نے بتایا کہ ان کا جماعت سے پرانا تعارف ہے وہ یوں کہ طویل عرصہ پہلے کی بات ہے کہ اپنی زمینوں کے بعض معاملات کے لئے ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملنا تھا اور ان سے ملے بغیر مسائل حل نہیں ہو سکتے تھے میں بڑا پریشان تھا ان سے ملاقات کس طرح ہو- میرے احمدی دوست حاجی محمد موسیٰ خان صاحب آف جتوئی نے کہا کہ یہ کوئی مسئلہ نہیں کیونکہ ڈپٹی کمشنر صاحب ہماری جماعت کے خلیفہ کے خاندان کے ہیں- ان کے پاس چلتے ہیں- خیر ہم دونوں ملتان گئے ڈپٹی کمشنر صاحب سے ملنے کے لئے ملاقاتیوں کی ایک لمبی قطار تھی اور تمام لوگ معزز اور بڑی بڑی ہستیوں والے معلوم ہوتے تھے اور ہم جتوئی جیسی دور افتادہ جگہ سے آ رہے تھے اور کسی قسم کی واقفیت بھی نہیں تھی حاجی محمد موسیٰ خان صاحب نے ایک چٹ لکھی جس پر لکھا کہ ہم جتوئی سے آئے ہیں اور ایک ضروری کام سے ملنا ہے- مہربانی فرما کر وقت دیں- آخر پر لکھا حاجی محمد موسیٰ خان احمدی- اور یہ چٹ چپڑاسی کو دے دی- تھوڑی دیر بعد ملازم نے آ کر کہا کہ آپ دوسری طرف والے دروازے کی طرف آئیں اس نے دروازہ کھولا اور اندر بلایا- اندر ایک نوجوان نے میز سیدھی کی سلام دعا کے بعد بٹھایا ناشتے کا پوچھا پھر اندر جا کر خود ہی چائے اور خورونوش کا سامان لے آیا جب چائے سے فارغ ہوئے تو حاجی صاحب جو خود بھی حضرت صاحبزادہ صاحب سے ناواقف تھے پوچھا کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کہاں ہیں ہم نے ان سے ملنا ہے- وہ نوجوان تھوڑا سا مسکرائے اور کہا کہ ڈپٹی کمشنر تو میں ہی ہوں آپ نے پتہ نہیں کس ڈپٹی کمشنر سے ملنا ہے- یہ بات سننا تھی کہ حاجی صاحب آبدیدہ ہو گئے اور مجھ پر بھی بہت اثر ہوا کہ یہ کس شان کا افسر ہے کہ جس کے ایک اشارے پر پتہ نہیں کیا کچھ ہو سکتا ہے لیکن سادگی کی اور عاجزی کی انتہا ہے-

یہ واقعہ قاضی اقبال صاحب نے سنایا اور پھر کہا مربی صاحب میری واقفیت تو احمدیت سے ایسی ہے- ایسی اعلیٰ شخصیات صرف احمدیت میں ہی ہو سکتی ہیں پھر بڑی محبت سے پوچھا کہ اب میاں صاحب کہاں ہوتے ہیں- میں نے بتایا کہ اب وہ امریکہ میں ہیں اور وہاں کی جماعت کے امیر ہیں بڑے خوش ہوئے اور کہا اگر کبھی خط لکھیں تو میرا اسلام بھی کہیے گا-

میں حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس سیرت پر غور کرتا ہوں تو حیران ہوتا ہوں کہ نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے جن کے ساتھ حضرت صاحبزادہ صاحب نے شفقتیں فرمائی ہوں گی-

(الفضل 10 جنوری 2003ء)

☆☆☆☆☆

بقیہ صفحہ ۲۷

کے لئے میکسیکو گیا۔ اس مہم میں طوساں جماعت کے دوستوں نے خوب تعاون کیا اور پندرہ دنوں میں ہم نے اخبارات، ریڈیو، اور مقامی میئر کے علاوہ ہزاروں افراد سے رابطہ کیا۔ رپورٹ ملنے پر آپ نے اپنے ہاتھ سے اس پر لکھا ''اتنے دنوں میں ان لوگوں سے رابطہ بہت خوشکن ہے'' اور وہی رپورٹ مجھے واپس بھجوادی جو میرے ریکارڈ میں ایک خوشکن اضافہ ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں ان جیسے مخلص، محنتی اور جماعت کا درد رکھنے والے امراء دیتا چلا جاوے تا جماعت کی دن دگنی اور رات چوگنی ترقی ہوتی چلی جائے۔ آمین۔

☆☆☆☆☆

# عہد ساز اور خدمات سے معمور شخصیت

(پروفیسر راجا نصر اللہ خان صاحب)

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل واحسان سے حضرت صاحبزادہ صاحب کو دین ودنیا کی نعمتوں، رفعتوں اور برکتوں سے نوازا تھا۔ آپ کی خاندانی سعادت اور خوش قسمتی کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہوگا کہ آپ حضرت مسیح موعود کے خوش بخت پوتے اور حضرت مصلح موعود کے سعادتمند داماد اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے لائق فرزند ارجمند تھے۔ آپ کی شادی حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی نواسی اور حضرت مصلح موعود کی صاحبزادی امتہ القیوم صاحبہ سے ہوئی۔ اس طرح بفضل اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سے بھی آپ کا جسمانی رشتہ قائم ہوگیا۔

## سلامتی وظفر کی علامت

آپ کی سعادت وسرفرازی کا ایک پرکیف پہلو یہ بھی ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے کئی کشوف ورویا میں آپ کا وجود دیکھا اور حضور نے آپ کے نام کے عمدہ معنوں (کامیاب وکامران) کی وجہ سے جماعت کو ظفر ونصر اور سلامتی وترقی کی الٰہی نوید سنائی۔ ایک موقع پر حضور نے اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ 6 نومبر 1984ء میں فرمایا:-

''جن دنوں پاکستان کے حالات کی وجہ سے بعض راتیں شدید کرب میں گزریں تو صبح کے وقت اللہ تعالیٰ نے بڑی شوکت کے ساتھ الہاماً فرمایا ''السلام علیکم'' اور یہ آواز بڑی پیاری، روشن اور کھلی آواز تھی جو مرزا مظفر صاحب کی معلوم ہو رہی تھی یعنی یوں لگ رہا تھا جیسے انہوں نے میرے کمرے کی طرف آتے ہوئے باہر سے ہی السلام علیکم کہنا شروع کر دیا ہے اور داخل ہونے سے پہلے ہی السلام علیکم کہتے ہوئے کمرے میں آرہے ہیں''

اس رویا کی تعبیر کے بارہ میں حضور نے فرمایا:-

''اور مجھے پتہ چلا کہ یہ تو خداتعالیٰ نے بشارت دی ہے اور اس میں نہ صرف یہ کہ السلام علیکم کا وعدہ دیا گیا ہے بلکہ ظفر کا وعدہ بھی ساتھ عطا فرمادیا ہے کیونکہ مظفر کی آواز میں السلام علیکم پہنچانا یہ ایک بہت بڑی اور دوہری خوشخبری ہے''

(روزنامہ الفضل 26 جولائی 2002ء)

## قابل رشک ترقیات

خداتعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ دنیاوی لحاظ سے بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے۔ گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے کرنے کے بعد آپ نے برطانیہ کی شہرہ آفاق یونیورسٹی (Oxford) آکسفورڈ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ وہیں آپ نے آئی، سی، ایس (انڈین سول سروس) کا امتحان بھی پاس کرلیا اور اس طرح ملازمت کا آغاز قابل رشک اور قابل فخر منصب سے کیا۔ پاکستان کے سیکرٹری خزانہ اور ایڈیشنل چیف سیکرٹری بن گئے ملک امیر محمد خان، جناب ایم ایم احمد کو اس وقت سے جانتے تھے جب پاکستان کے شروع کے سالوں میں آپ میانوالی کے ڈپٹی کمشنر تھے۔ وہ اس زمانہ سے آپ کی شخصیت اور اصول پرستی سے بہت متاثر تھے۔ پھر وہ آپ کی صلاحیتوں اور پروقار وبااصول شخصیت کے اور بھی مداح اور قدردان ہوگئے۔

## صدر ایوب خان کی قدردانی

صدر ایوب خان باصلاحیت، قابل اور اپنے میدان میں ماہر لوگوں کی قدردانی کرتے تھے۔ اسی لئے 1965ء کی پاک بھارت جنگ میں بلا امتیاز عقیدہ فوجی افسران کو ان کی دلیری اور کارکردگی کی مناسبت سے تمغے اور نشان عطا کئے گئے۔ اسی طرح ایوب خان نے پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور جناب ایم ایم احمد کی بھی خوب قدردانی کی اور ان حضرات نے بھی پاکستان کی عظیم اور بے مثال خدمات انجام دینے میں کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ 60ء کی دہائی کے ابتدائی سالوں میں صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کو صوبائی سطح سے ترقی دے کر مرکزی سیکرٹری تجارت اور پھر سیکرٹری وزارت خزانہ مقرر کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آپ اپنے فرائض منصبی میں اس قدر کامیاب اور مثالی شخصیت ثابت ہوئے کہ صدر ایوب خان جو خود منصوبہ بندی کمیشن کے چیئرمین تھے، انہوں نے صاحبزادہ صاحب کو ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن بنادیا۔ اس طرح آپ نے ساٹھ کے عشرے میں پاکستان کو تجارتی اور معاشی میدان اور پنج سالہ منصوبوں کے لحاظ سے ترقی کی ایسی شاندار اور مستحکم راہوں پر گامزن کر دیا کہ اگر وہ اقدامات اور رفتار ان کے 1972ء میں ورلڈ بینک سے منسلک ہو جانے کے بعد بھی قائم رکھی جاتی تو یقیناً آج پاکستان ترقی کی دوڑ میں تیسری دنیا کے عظیم ترین ممالک میں شمار ہوتا۔

## معاشی ترقی کا دور

ساٹھ کی دہائی میں جب جناب ایم ایم احمد صاحب

ترقی کی مختلف منازل میں صدر ایوب خان کے دور حکومت میں وطن عزیز کی معاشی وتجارتی ترقی اور منصوبہ بندی کے پروگرام سے متعلق مرکزی کلیدی اور وقیع منصب پر فائز تھے ان دنوں پاکستان کس مقام پر سرفراز وسربلند تھا اس بارے میں سرتاج عزیز سابق وزیر خزانہ اپنے انٹرویو مطبوعہ نوائے وقت سنڈے میگزین'' مورخہ 2 جون 2002ء میں اظہار کرتے ہیں۔

سرتاج عزیز صاحب ساٹھ کی دہائی کے تقریباً آخر سے لے کر 1971ء تک جناب ایم ایم احمد صاحب کے ماتحت کام کرتے رہے ہیں۔ اسی طرح سابق وزیر خزانہ محبوب الحق مرحوم بھی اس زمانہ میں ایم ایم احمد صاحب کے ماتحت منصوبہ بندی کمیشن میں چیف اکانومسٹ کے عہدے پر فائز تھے۔

''سرکاری عہدے پر میرا سب سے زیادہ وقت یعنی 1961ء تا 1971ء تک پلاننگ کمیشن میں گزرا۔ ایوب خان چئیر مین تھے۔'' 1960ء کا عشرہ ہماری قومی پیداوار کے اعتبار سے بہترین وقت ہے جب سالانہ پیداوار میں ساڑھے چھ سے سات فیصد تک اضافہ ہوتا تھا۔ اس وقت پاکستان کی صنعتی پیداواری ترقی بلند ترین سطح پر تھی یعنی 12 فیصد، ہماری سرمایہ کاری میں 14 فیصد کا اضافہ ہوا اور افراط زر کی صرف دو فیصد کی شرح تھی۔ 1965ء کی جنگ کے باوجود ہماری کارکردگی قابل تحسین تھی''۔

(نوائے وقت سنڈے میگزین مورخہ 2 جون 2002ء)

(ب) پاکستان کے ایک اور ماہر معاشیات جناب ایم آفتاب جو ''معیشی افق'' کے زیر عنوان ماضی قریب تک 'نوائے وقت' میں باقاعدگی سے ٹھوس معاشی مضامین لکھتے رہے ہیں اپنے مضمون مطبوعہ 'نوائے وقت' 10 اگست 1997ء میں تحریر کرتے ہیں:-

'' 1960ء کے عشرے میں جنوبی کوریا کے افسران اور قومی منصوبہ بندی کے کام سے منسلک افراد پاکستان کے منصوبہ بندی کمیشن اور دیگر اداروں میں

Dr. Henry A. Kissinger, Assistant to the President of the U.S.A. for National Security Affairs, was received on his arrival at Islamabad airport on Thursday, July 8, by Mr. M. M. Ahmed

تربیت حاصل کرنے آتے تھے، میں جب کوریا گیا اور کئی حکومتی اور صنعتی ادارے دیکھنے کا اتفاق ہوا تو میں نے دریافت کیا کہ اتنے اچھے کاموں، پیداوار اور پیداواریت کی ابتداء انہوں نے کیسے کی۔ جواب تھا '' ہم نے پاکستان میں یہ کام سیکھا'' کیا ملائشیا اور کوریا کی ان دو مثالوں سے آپ کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم ترقی معکوس کر رہے ہیں، زمانہ اور خود ہمارے سابقہ شاگرد آگے بڑھ رہے ہیں اور ہم پیچھے کی طرف جا کر روبہ زوال ہیں۔ یہ بہت عبرت کا مقام ہے''۔ (روزنامہ 'نوائے وقت' مورخہ 10 اگست 97ء)

## بطور اقتصادی مشیر گرانقدر خدمات

اللہ تعالیٰ نے حضرت صاحبزادہ صاحب کو ترقی پہ ترقی عطا فرمائی۔ صدر یحییٰ خان کے زمانہ میں آپ صدر کے اقتصادی مشیر مقرر ہوئے۔ آپ کا منصب وفاقی وزیر کے برابر تھا۔ اس حیثیت میں آپ کو ملکی مفادات میں کئی اہم فیصلے اور اقدامات کرنے کا موقع ملا۔ بدقسمتی سے پاکستان کا وہ دور مشرقی پاکستان کے حوالے سے سیاسی، معاشی اور داخلی وخارجی دباؤ کے لحاظ سے ایک پرآشوب دور بن گیا۔ ملک میں بغاوت اور خانہ جنگی کی صورت پیدا ہوگئی تھی۔ مشرقی پاکستان میں لوٹ کھسوٹ اور قتل وغارت کا بازار گرم تھا۔ وہاں بینکوں سے ساٹھ کروڑ سے زائد کی رقوم لوٹ لی گئی تھیں۔ ایسے حالات میں زائد فوج کی تعیناتی اور ان کے اخراجات کا الگ بوجھ تھا۔ ان دگرگوں حالات میں جناب ایم ایم احمد نے دو زبردست کام انجام دیئے۔

## بڑے کرنسی نوٹوں کی منسوخی

جب مشرقی پاکستان کے بینکوں سے فسادیوں اور ملک دشمن عناصر نے کروڑوں روپے لوٹ لئے تو

صدر کے اقتصادی مشیر جناب ایم ایم احمد نے مالیات کے شعبہ سے تعلق رکھنے والے دوسرے زعماء کے ساتھ مل کر ایسی منصوبہ بندی کی کہ دشمنان وطن کا منصوبہ دھرے کا دھرارہ گیا۔اس بارے میں روزنامہ ''پاکستان ٹائمز'' انگریزی نے اپنی 9 جون 1971ء کی اشاعت میں کرنسی کی تنسیخ کے زیر عنوان اداریے میں لکھا:۔

''گزشتہ ماہ صدر مملکت کے اس انکشاف کے بعد کہ تقریباً ساٹھ کروڑ روپے یا اس سے بھی زائد مشرقی پاکستان کے بینکوں سے لوٹ لئے گئے ہیں۔اس کے علاوہ کوئی چارہ نہ تھا کہ بڑے کرنسی نوٹوں کو منسوخ کر دیا جائے چنانچہ اس بات کو بآسانی سمجھا جاسکتا ہے کہ یہ اقدام معیشت کی خاطر لازم تھا''۔

☆روزنامہ ''نوائے وقت'' نے ایک اداریہ بعنوان ''منسوخ نوٹ اور کالا روپیہ'' تحریر کیا:۔

''پانچ سو اور ایک سو روپے کی مالیت کے نوٹوں کی تنسیخ کا بنیادی مقصد ملک وقوم کو مشرقی پاکستان کے بینکوں سے لوٹی ہوئی اس کرنسی کے منفی اثرات سے محفوظ کرنا تھا جو نام نہاد بنگلہ دیش کے پجاریوں نے مغربی بنگال پہنچا دی تھی۔ اور جو مغربی پاکستان سمگل ہونے لگی تھی۔ یہ مقصد کرنسی نوٹوں کی تنسیخ کے اعلان کے ساتھ ہی حاصل ہو گیا تھا۔اس اقدام کا ملکی معیشت پر بھی خوشگوار اثر پڑا...... اس اقدام سے افراط زر کو روکنے میں مدد ملی ہے اور ہم ایک بار پھر کرنسی کی قیمت کم کرنے کے جاں گسل مرحلہ سے بچ گئے ہیں''۔

(''نوائے وقت'' مورخہ 18 جون 1971ء)

## 1971-72ء کا شاندار بجٹ

متذکرہ بالا دگرگوں حالات کے دوران سال 1971-72ء کے بجٹ کا مرحلہ بھی درپیش تھا۔عوام وخواص ان تمام حالات سے باخبر، نئے بجٹ میں متوقع نئے ٹیکسوں کے بوجھ کے خوف سے دوچار تھے لیکن جناب ایم ایم احمد ان نامساعد اور کٹھن ترین حالات کے باوجود اپنی خداداد صلاحیتوں اور دن رات کی محنت ولگن سے ایک ایسا مثالی بجٹ تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے جسے بجا طور پر تاریخ پاکستان کا شاہکار بجٹ قرار دیا جاسکتا ہے۔اس دور کے سب اخبارات اور اہم شخصیات نے عوام کو ٹیکسوں سے چھوٹ حاصل ہونے کی وجہ سے اس بجٹ کو بے حد سراہا اور اہم شخصیات نے جناب ایم ایم احمد کی محنت، مہارت اور خدمت کی بے حد تعریف کی۔اس بارے میں چند حوالے پیش ہیں:۔

* ''پاکستان ٹائمز'' (لاہور) مورخہ 27 جون 1971ء کی شہ سرخی تھی ''خوداعتمادی اور کفایت شعاری کا بجٹ'' ''پاکستان ٹائمز'' کی اسی اشاعت کی دوسری خبر کی سرخی تھی ''بجٹ تجاویز کے حقیقت پسندانہ ہونے کا خیر مقدم کیا گیا''۔تفصیل میں درج تھا:۔

''ہفتے کے روز جو بجٹ پیش کیا گیا اس کا لاہور شہر میں بڑے اطمینان کے ساتھ خیر مقدم کیا گیا۔کیونکہ نئے ٹیکسوں کے متعلق جو تجاویز رکھی گئی ہیں ان کا عام آدمی پر زیادہ بوجھ نہیں پڑے گا''۔

☆ روزنامہ ''مشرق'' 28 جون 1971ء کا اداریہ زیر عنوان ''حقیقت پسندانہ بجٹ'':۔

''صدر کے اقتصادی مشیر ایم ایم احمد کے مرکزی بجٹ کو مجموعی طور پر متوازن، حقیقت پسندانہ اور ایک خوددار قوم کے شایان شان قرار دیا جاسکتا ہے''۔

آگے چل کر لکھا ہے:۔

''عام آدمی پر ٹیکسوں کا بار بہت کم ڈالا گیا ہے اور ترقیاتی حکمت عملی میں مختلف علاقوں کے عوام کی خواہشات کا سنجیدگی سے جائزہ لیا گیا ہے تا کہ معاشرتی انصاف کے پروگرام کا آغاز ہو سکے''

☆ روزنامہ ''نوائے وقت'' نے اپنی 27 جون 1971ء کی اشاعت میں ''حقیقت پسندانہ بجٹ'' کے عنوان سے اداریے میں لکھا:۔

''اس سال مشرق پاکستان میں بغاوت وشورش کے باعث ملک وملت جس اقتصادی زبوں حالی سے دوچار ہو گئے تھے اس کے پیش نظر نئے ٹیکسوں کا نفاذ یا مروجہ ٹیکسوں میں اضافہ کا امکان کچھ ناگزیر سا نظر آنے لگا تھا اور کم وبیش ہر شعبہ زندگی کے لوگ اپنے ذہنوں کو ممکنہ ٹیکسوں کا مزید بوجھ قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن یہ بڑے اطمینان کی بات ہے کہ نیا بجٹ تیار کرنے والوں نے خاص حقیقت پسندی کا مظاہرہ کیا ہے اور صرف ایسے لوگوں پر ٹیکس عائد کئے ہیں جو واقعی ٹیکس ادا کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ نئے میزانیہ کا یہ پہلو بھی بڑا خوشگوار ہے کہ اس میں ہوشربا گرانی کی چکی میں پسنے والے عوام کو کچھ سہولتیں دینے کی غرض سے اقدامات کئے گئے ہیں''۔

☆''نوائے وقت'' مورخہ 29 جون 1971ء میں شائع ہونے والی اپنی ڈائری میں ملک کے کہنہ مشق صحافی جناب م،ش لکھتے ہیں:۔

''صدر کے اقتصادی مشیر جناب ایم ایم احمد نے راولپنڈی میں اپنی بجٹ تقریر کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کیا لیکن پاکستان کے اخبارات اس کا ذکر گول کر گئے۔نیز بی بی سی نے جناب ایم ایم احمد کی تقریر کے صرف اس حصے کو نشر کیا جس میں پاکستان کی مالی مشکلات اور سیاسی پیچیدگیوں کا ذکر تھا لیکن یہ بتانے کی زحمت گوارا نہ کی کہ ان مالی مشکلات کے باوجود بجٹ میں عوام کی ضروریات زندگی پر مزید ٹیکسوں کا بار نہیں ڈالا گیا اور مشروط غیر ملکی امداد پر غور کرنے سے صاف انکار کر دیا گیا''

آگے چل کر مش لکھتے ہیں:۔

''میرے خیال میں جناب ایم ایم احمد پہلے فنانشل ایکسپرٹ ہیں جنہوں نے اپنی بجٹ تقریر میں پاکستان کے ایک نظریاتی مملکت ہونے کا واشگاف الفاظ میں اعلان کیا۔اور اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ پاکستان کے قیام میں اللہ تعالیٰ کی مشیت کو دخل حاصل تھا۔انہوں نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کے ساتھ اس جذبہ کو از سر نو فروغ دیں جو قیام پاکستان کا باعث ہوا تھا''

''جناب ایم ایم احمد نے ایک غیرت مند محبّ الوطن پاکستانی کی حیثیت سے اس چیلنج کو بھی قبول کرنے کے عزم کا اظہار کیا ہے جو بیرونی ملکوں کی طرف سے مشروط مالی امداد کی شکل میں پاکستان کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا ہے.........ایم ایم احمد کا یہ اعلان پاکستان کے دشمنوں کے ناپاک منصوبوں پر بم بن کر گرے گا''

☆ 29 جون 1971ء کے 'نوائے وقت' کے آخری صفحہ پر حکیم محمد سعید (چیئر مین ہمدرد فاؤنڈیشن) کا ایک بیان شائع ہوا جس کا عنوان تھا''نیا بجٹ فی الواقعہ حقیقت پسندانہ ہے''۔

* ''نوائے وقت'' مورخہ 30 جون 1971ء کے پہلے صفحہ پر زیر عنوان''حکومت کے فیصلوں کا خیر مقدم'' درج ہے۔

''صاحبزادہ فیض الحسن صدر جمعیت علماء پاکستان نے نئے بجٹ کا پر جوش خیر مقدم کیا اور کہا کہ حکومت نے مشروط سیاسی امداد مسترد کر کے ایک خود دار اور غیرت مند قوم کی ترجمانی کی ہے۔اب قوم پر بھی فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ کفایت اور بچت کی مہم چلا کر خود کفیل ہونے کی کوشش کرے''۔

* ''ڈان''(مورخہ 28 جون 1971ء) میں بجٹ کے متعلق مختلف شخصیات کا اظہار خیال اسلام آباد یونیورسٹی کے شعبہ اقتصادیات کے سینئر ریسرچ فیلو ڈاکٹر ایس،اے، ونیس نے کہا ہے کہ:۔

''بجٹ کا اعلان ہو جانے کے بعد ماضی کے برعکس عام استعمال کی قیمتوں میں بڑھوتری کا کوئی خدشہ نہیں''۔

راولپنڈی کے ایوان صنعت وتجارت کے صدر شیخ خورشید احمد نے کہا ہے:۔

''یہ ایک حقیقت پسندانہ بجٹ ہے۔جس کا مطمح نظر ایک عادلانہ سوسائٹی ہے۔اس کا مجموعی طور پر یہ اثر نکلے گا کہ قیمتوں میں اضافہ نہیں ہوگا۔جیسا کہ ڈر تھا سوائے چند ایک اشیاء کے جیسا کہ تمباکو اور سوتی مصنوعات''۔لاہور میں گورنمنٹ پاکستان کے سابق اقتصادی مشیر ڈاکٹر انوار اقبال قریشی نے کہا:۔

یہ بجٹ زبردست تعمیری غور وفکر کا نتیجہ ہے۔یہ رسمی قسم کا بجٹ نہیں .......... انہوں نے اس خیال کا اظہار کیا کہ سب حالات کو پیش نظر رکھا جائے تو مسٹر ایم ایم احمد نے عمدہ کام کیا ہے۔بجٹ کی کامیابی کا انحصار اس بات پر ہے کہ مختلف پالیسیوں کو صحیح طور پر بروئے کار لایا جائے''

(ترجمہ ''ڈان'' (انگریزی) مورخہ 28 جون 1971ء)

## ورلڈ بینک سے وابستگی

1972ء میں حضرت صاحبزادہ صاحب بھٹو دور میں ورلڈ بینک کے ساتھ بحیثیت ایگزیکٹو ڈائریکٹر وابستہ ہو کر امریکہ چلے گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ IMF انٹرنیشنل مالیاتی فنڈ سے منسلک ہو گئے اور 1984ء میں ریٹائر ہو کر امریکہ میں ہی رہائش پذیر ہو گئے۔ 1989ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ؒ نے آپ کو جماعت احمدیہ امریکہ کا امیر مقرر فرمایا۔ آپ تادم آخر اس منصب جلیلہ پر فائز رہے۔

## عظیم لوگوں کے عظیم دل

انگریزی زبان میں ایک خوبصورت محاورہ ہے

Handsome is that Handsome Does.

یعنی در حقیقت عظیم اور حسین تو وہ شخص ہے جس کے کام عظیم اور حسین ہوتے ہیں۔خاکسار کو محترم میاں صاحب سے ملاقات کرنے کا کبھی موقع نہیں ملا۔فقط راولپنڈی کی بیت النور میں ایک عرصہ تک جمعہ کے روز ان کی ایک جھلک نظر آ جاتی تھی۔ اور ستمبر 1999ء کا ایک دن میرے لئے اس وقت دلی خوشی اور حیرت لے کر آیا جب مجھے ڈاک سے محترم میاں صاحب کا انگریزی میں ٹائپ شدہ گرامی نامہ موصول ہوا۔آپ نے لکھا:۔

''میں یہ خط روزنامہ ''الفضل'' ربوہ اور' ہفت روزہ لاہور' میں بڑی تعداد میں شائع ہونے والے آپ کے مضامین کی قدر دانی کے اظہار کے طور پر تحریر کر رہا ہوں۔

اس سلسلہ میں مجھے الفضل کی 12 مئی 1999ء کی اشاعت میں آپ کا حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق مضمون یاد آ رہا ہے۔یہ بھی میرے علم میں ہے کہ ان کے متعلق آپ کا ایک اور مضمون الفضل کی ایک حالیہ اشاعت مورخہ 13 /اگست 1999ء میں شامل ہے۔

یہ جماعت کی بہت بڑی خدمت ہے اور مجھے یقین ہے کہ آپ مضمون نگاری کی اس صلاحیت کو جماعت کی خدمت میں لگائے رکھیں گے۔

### ''آپ کا مخلص ایم ایم احمد''

ان کی طرف سے پذیرائی اور حوصلہ افزائی کا جہاں عجب لطف محسوس ہوتا ہے وہاں اس بات پر خوشگوار حیرت بھی ہوئی کہ حضرت میاں صاحب کس توجہ اور شوق سے روزنامہ ''الفضل'' اور ''لاہور''

وغیرہ کا مطالعہ فرماتے تھے نیز یہ کہ مجھ جیسا عاجز شخص بھی جب جماعت کی کوئی حقیر سی خدمت انجام دیتا ہے تو آپ کی جانب سے کس قدر وسعت قلب سے اس کے لئے پذیرائی اور پسندیدگی کا اظہار ہوتا ہے۔

خاکسار نے حضرت میاں صاحب کی خدمت میں اپنی کتاب ''تعمیر وترقی پاکستان اور جماعت احمدیہ'' بطور تحفہ پیش کی اور بارہ عدد کا پیاں روانہ کیں اس تحفہ کے جواب میں حضرت میاں صاحب نے جو گرامی نامہ تحریر فرمایا اس کا ترجمہ پیش خدمت ہے:-

''میں یہ مکتوب اس خط کے شکریے میں لکھ رہا ہوں جس کے ساتھ آپ نے مجھے اپنی کتاب (تعمیر وترقی پاکستان اور جماعت احمدیہ) کی بارہ عدد کاپیاں بھجوائی ہیں۔ میرے نزدیک یہ کتاب بہت مفید ہے۔ خاص طور پر غیر از جماعت لوگوں اور ہماری جماعت کے معترضین کے لئے! میں لازماً اس کتاب کو لوگوں میں مفت تقسیم کرنے کے کام لاؤں گا۔ ہمیں مفت تقسیم کرنے نیز فروخت کرنے کی غرض سے اس کتاب کی سو کاپیوں کا آرڈر دینا ہے۔ مہربانی کر کے اس کی لاگت اور امریکہ تک ترسیل کے اخراجات کے بارہ میں مطلع کریں۔ دعاؤں میں یاد رکھیں۔

آپ کا مخلص۔ ایم۔ ایم۔ احمد''

## تاریخی انٹرویو اور جذبہ حب الوطنی

کہنہ مشق صحافی وادیب زاہد ملک صاحب نے 1996ء کے قریباً آخر میں جناب ایم ایم احمد سے ایک تفصیلی انٹرویو لیا جسے انہوں نے ہفت روزہ ''حرمت'' کی اشاعت برائے 27 دسمبر 1996 تا 2 جنوری 1997ء میں شائع کیا۔ اس میں محترم میاں صاحب نے زاہد ملک کے مختلف النوع سوالوں کے بڑے موثر اور سیر حاصل جوابات بیان فرمائے حب الوطنی کے بارہ میں حضرت صاحبزادہ صاحب فرماتے ہیں:-

''جہاں تک ہماری جماعت کا تعلق ہے یہ اپنی خوشی سے باہر نہیں آئی۔ اسے ملک چھوڑنے پر مجبور کیا گیا ہے لیکن اس سب کے باوجود ہمیں جب بھی کوئی موقع ملتا ہے ہم پاکستان کے لئے ضرور کام کرتے ہیں اور جو کچھ ممکن ہوتا ہے وہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں.......... ہماری تعلیم ہماری رگوں میں اور ہمارے خون میں سرایت کر چکی ہے وہ یہ کہ ملک کے ساتھ ہر صورت میں وفاداری کو نبھانا ہے''

آگے چل کر فرماتے ہیں:-

''پریسلر ترمیم کے خلاف جو براؤن ترمیم کے لئے کوشش ہوئی تھی تو اس وقت مجھے بھی ایمبیسی نے کہا کہ میں بھی اس سلسلے میں کوشش کروں۔ تو میں نے اس وقت بڑی بھرپور کوشش کی تھی یہاں تک کہ پاکستانی کمیونٹی اور تمام متعلقہ حلقوں میں خاصی دھاک بیٹھی اور حیرت سے لوگوں نے کہا ہم تو سمجھتے تھے کہ یہ ملک کے خلاف ہیں لیکن انہوں نے تو ملک کے لئے بڑا کام کیا ہے اور جان کی بازی لگا کے جدوجہد کی ہے''

ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''مجھے یاد ہے ایک دفعہ فیلڈ مارشل ایوب خان مجھے کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص چیخ چیخ کر سو دفعہ کہے کہ یہ جو احمدی ہیں یہ ملک کے خلاف ہیں تو میں اس پر ایک سیکنڈ کے لئے بھی یقین نہ کروں گا۔ کہنے لگے کہ 1965ء کی جنگ کے دوران میں نے ایک بہت ہی خطرناک مشن پر بھیجنے کے لئے دس آدمیوں کو بلایا اور کہا کہ جس مشن پر آپ کو بھیجا جا رہا ہے وہ اتنا خطرناک ہے کہ اس میں زندہ بچ کر واپس آنے کا امکان صرف دس فیصد ہے جب کہ 90 فیصد امکان یہی ہے کہ وہ واپس نہیں آئیں گے تو پہلا آدمی جس نے اثبات میں فوراً ہاتھ اٹھایا وہ احمدی تھا۔

**س:-** کون صاحب تھے وہ؟

**ج:-** منیب نام تھا اس شخص کا۔ وہ پائلٹ تھا۔ تو کہنے لگے کہ ایسی صورت حال میں، میں کیسے یقین کر لوں کہ احمدی ملک کے دشمن ہیں''۔

آپ نے حب الوطنی کے جذبہ پر انٹرویو کے دوران فرمایا:-

''ہماری مخالفت گورنمنٹ کی پالیسی سے ہے لیکن ہماری مخالفت کا کوئی بھی اور ذرا سا بھی حصہ پاکستان کے خلاف نہیں ہے۔ ہم ملک کے اتنے ہی وفادار ہیں جتنا کسی بھی محبّ وطن کو ہونا چاہئے۔ ہم ملک کے مفاد کے لئے ہمیشہ سے کام کرتے آئے ہیں اور جہاں بھی ضرورت پڑے گی ہم کام کریں گے''۔

(ہفت روزہ 'حرمت' 27 دسمبر 1996ء)

حضرت صاحبزادہ صاحب مظفر ومنصور زندگی گزار کر 89 برس کی عمر میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ احمدیت کے ایک اور منفرد بطل جلیل حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان اور حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد بہشتی مقبرہ کے قطعہ خاص میں ساتھ ساتھ آسودہ خواب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں عالی نصب بزرگوں کے درجات ہر آن بلند فرماتا رہے۔

جناب ثاقب صاحب نے کیا خوب کہا ہے:-

نشیب پر نہیں اپنی بلندیوں کی اساس
ازل کے دن ہی سے گردوں وقار ہیں ہم لوگ

(الفضل 9 اکتوبر 2002ء)

# ایک انٹرویو سے اقتباسات

(محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت)

مملکت خداداد پاکستان کی جن مایہ ناز ہستیوں نے اپنی فقید المثال صلاحیتوں کو بروئے کار لاکر اپنے وطن عزیز کے نام کو بین الاقوامی سطح پر روشن کیا ان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ صاحب صدر یو این او، عالمی شہرت کے حامل نوبیل پرائز یافتہ سائنسدان ڈاکٹر عبدالسلام صاحب کے بعد حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سابق ایگزیکٹو ڈائریکٹر ورلڈ بنک (امریکہ) کا مقام سب سے نمایاں، ممتاز اور منفرد ہے۔ ع

خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

## ایک بے نظیر نافع الناس وجود

حضرت صاحبزادہ صاحب (ولادت 28 فروری 1913ء ۔وفات 23 جولائی 2002ء) کو جناب الٰہی نے جمعۃ المبارک کو خلعت وجود بخشا اور خدا کے فضل وکرم سے آپ کی پوری زندگی اس مبارک دن کی برکتوں سے معمور رہی۔آپ کی پیدائش پر سلسلہ احمدیہ کے مرکزی ترجمان اخبار ''الحکم'' (قادیان) نے شمارہ 7 مارچ 1913ء صفحہ 11 پر ''مبارک'' کے زیرعنوان ایک روح پرور نوٹ سپرد اشاعت کیا اور دعا کی:۔

''اے خدا، اے رب السماء، اس مولود کو نافع الناس اور باپ اور دادا...... کی طرح رحیم اور کریم انسان بنانا۔ والدین کے لئے قرۃ العین ہو دین کا خادم...... اے مالک السماء اس کو متقیوں کے لئے امام بنانا اس کو آسمانی بادشاہت کے تخت پر بٹھانا''

الحمدللہ رب العرش نے یہ سب دعائیں اس شان وشوکت سے قبول فرمائیں کہ ایک عالم انگشت بدنداں ہے خصوصاً آپ نے نافع الناس اور بابرکت وجود کی حیثیت سے جو مہتم بالشان خدمات انجام دیں وہ تاریخ پاکستان کا ایک سنہری باب ہیں یہ الگ امر ہے جیسا کہ لاہور کے اخبار ''چٹان'' 24 دسمبر 1961ء نے اپنے اداریہ میں نہایت درد بھرے الفاظ میں اس حقیقت سے پردہ اٹھایا تھا کہ:۔

''رئیس المتغزلین مولانا حسرت موہانی کا قول ہے مسلمان قومی خدمات کی سزا دے سکتے ہیں جزاء اللہ کے پاس ہے''

علامہ اقبال کا فرمودہ ہے:

روزمرہ کی سیاست میں مسلمانوں کے خدمت گزار عموماً ان کے قہر وغضب کے شکار ہوجاتے ہیں''

## ایک نامور اہل قلم کی ملاقات اور تاریخی انٹرویو

خدا تعالیٰ جزائے عظیم بخشے۔ملک کے نامور اہل قلم، نڈر صحافی اور روشن خیال دانشور جناب تنویر قیصر شاہد صاحب کو جو آج سے چھ برس پیشتر اپریل 1996ء میں پاکستان سے امریکی ریاست ورجینا کے پر فضا مقام پوٹا مک میں تشریف لے گئے اور حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم، ایم، احمد) سے شرف ملاقات حاصل کیا اور پھر آپ سے اہم معلومات سے لبریز ایک تاریخی انٹرویو لیا۔اس موقع پر مولانا شیخ مبارک احمد صاحب مرحوم انچارج احمدیہ مشن امریکہ بھی موجود تھے۔

جناب تنویر قیصر شاہد صاحب نے کمال دیانت داری اور تکنیکی مہارت اور چابکدستی سے پورا انٹرویو صفحہ قرطاس کی زینت کیا یہ قیمتی دستاویز مئی 1998ء میں دینا پبلشرز ٹمپل روڈ لاہور کی مساعی جمیلہ سے منظر عام پر آئی جس کا نام ہے:۔

''ایم،ایم،احمد کے انکشافات

An Interview with History"

یہ کتاب جو حضرت صاحبزادہ صاحب کی نہایت پرکشش اور جاذب نظر تصاویر کا مرقع ہے 100 صفحات پر مشتمل ہے۔ فاضل مرتب ومولف نے انتساب کے بعد آپ کی دلآویز تصویر کے نیچے درج ذیل الفاظ سپرد قلم کئے ہیں:۔

''ایم ، ایم ، احمد یعنی میاں مظفر احمد صاحب...... پاکستان کا ایک نادر روزگار شخص! جنہوں نے پہلی بار لب کشائی کی ہے تو مملکت خداداد کے سیاسی اقتصادی اور سماجی موسموں کے لاتعداد پست وبلند مناظر کھل کر سامنے آگئے ہیں۔یادوں اور یادداشتوں کا اندوختہ ۔ہمارے ماضی قریب کی ایک حیرت خیز داستان''

## زبردست خراج تحسین

اس اجمالی مگر اثر انگیز تعارف کے بعد جناب تنویر قیصر صاحب نے دیباچہ میں آپ کی مثالی ملکی وقومی وملی خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے ولولہ انگیز الفاظ میں آپ کو زبردست خراج تحسین ادا کیا ہے۔چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:۔

لاریب جناب ایم ایم احمد پاکستان کی مستحکم اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بیوروکریسی کے انتہائی اہم اور وقیع رکن

بلکہ رکن رکین رہے ہیں۔ ان کا سینہ بیش بہا سیاسی یادوں اور واقعات کا خزینہ اور دفینہ ہے۔ وہ ان گنت واقعات کے عینی شاہد ہیں۔ ان کی ذات اور شخصیت کے کئی پہلو ہیں.........

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ جو لوگ سول سروس کے لئے منتخب کئے جاتے تھے، وہ لیاقت وصلاحیت کے اعتبار سے اپنی مثال آپ تھے۔ یہ سول سروس برطانیہ اور ہندوستان کے بہترین دماغوں پر مشتمل تھی۔ آزادی کے بعد سول سروس کا یہی ڈھانچہ پاکستان کو ورثے میں ملا۔ جو آئی سی ایس افسر پاکستان کے حصے میں آئے، وہ کچھ زیادہ تعداد میں نہیں تھے۔ چونکہ ایڈمنسٹریشن کا برا بھلا تجربہ صرف انہیں کو تھا، اس لئے نئی حکومت اور نئی مملکت پر یہ افسر چھا گئے۔

سابق آئی سی ایس جناب ایم ایم احمد کا شمار مملکت خداداد کے ایسے ہی بڑے دماغوں اور اعلیٰ منتظموں میں ہوتا تھا۔ ممکن ہے بعض لوگ ان کے نظریات سے اختلاف کریں مگر اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے پاکستان کی انتظامی اور مالی تشکیل اور استحکام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ وہ مختلف اوقات میں پاکستان کے اعلیٰ ترین عہدوں پر فائز رہے ۔ مرکزی سیکرٹری خزانہ رہے۔ محکمہ بحالیات کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں رہیں۔ پلاننگ کمیشن ایسے انتہائی مشکل اور حساس شعبے کی سربراہی پر وہ فائز رہے۔ انہوں نے سکندر مرزا، ایوب خان، یحییٰ خان اور زیڈ اے بھٹو کی حکومتوں میں بھرپور طریقے سے متعینہ فرائض کی ادائیگی کی۔ ان حکمرانوں کے ذاتی اور سرکاری کردار کا انتہائی قریب سے مشاہدہ کیا۔ وہ مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے کے آخری لمحات کے نہ صرف عینی شاہد ہیں بلکہ وہ بنفس نفیس ان اہم ترین اور حساس مذاکرات میں شامل رہے جب مشرقی پاکستان کے مقدر کا فیصلہ ہو رہا تھا۔ بھٹو سے شیخ مجیب الرحمٰن اور تاج الدین ایسے اہم مشرقی پاکستانی سیاستدانوں کی گفتگوؤں کے وہ امین ہیں۔ ورلڈ بینک ایسے بین الاقوامی شہرت یافتہ مالیاتی ادارے میں بھی وہ طویل عرصہ تک فرائض انجام دیتے رہے۔ پاکستان کی طاقتور اور کہنہ مشق بیوروکریسی کا ایک معروف ترین نام غلام اسحٰق خان صاحب کا ہے جو ترقی کے مدارج طے کرتے ہوئے آخر کار پاکستان کے صدر بن گئے۔ جناب اسحٰق، ایم ایم احمد صاحب کے نہ صرف معاصرین میں شامل رہے ہیں بلکہ ان کے قریبی دوست بھی تھے۔ قدرت اللہ شہاب اور الطاف گوہر ایسے بیوروکریٹ بھی ان کے ساتھی رہے ہیں۔ جنرل ضیاء الحق دور کے وزیر خزانہ ڈاکٹر محبوب الحق اور آج کے وفاقی وزیر خزانہ جناب سرتاج عزیز ماضی میں جناب ایم ایم احمد کے نائبین ہوا کرتے تھے‘‘

(صفحہ 8 تا 10)

## تاریخی انٹرویو کا ابتدائی حصہ

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کا شاہکار انٹرویو کتاب کے 97 صفحات پر محیط ہے جس کا لفظ لفظ قابل دید اور لائق مطالعہ ہے۔ بطور نمونہ اس کا ابتدائی حصہ (از صفحہ 16 تا 32) ذیل میں پیش خدمت کیا جا رہا ہے جس سے نہ صرف حضرت صاحبزادہ صاحب کے اخلاقی، دینی اور روحانی خدّ وخال کا ایک تصور نمایاں طور پر ابھرتا ہے بلکہ آپ کے نافع الناس اور پیکر خدمت ہونے کے کئی واقعاتی پہلوؤں پر بھی تیز روشنی پڑتی ہے اور یہ حقیقت مہر نیمروز کی طرح سامنے آتی ہے کہ آپ نے ہندو نواز انگریز افسروں کی مزاحمت بلکہ کھلی مخالفت کے باوجود ہمیشہ مظلوم مسلمانوں سے بے مثال محبت اور شفقت کا سلوک کیا، ان کی خدمت کا کوئی موقع اپنے ہاتھ سے جانے نہیں دیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہر مرحلہ پر حب الوطنی کی قابل رشک و لائق تقلید مثالیں قائم کر دکھائیں جو آئندہ نسلوں کے لئے مینارہ نور اور مشعل راہ ثابت ہوں گی۔

اب جناب تنویر قیصر شاہد صاحب کے قلم سے انٹرویو کا ابتدائی حصہ مطالعہ فرمائیے فرماتے ہیں:۔

’’اپنے مولد، والدین اور ابتدائی تعلیم کا ذکر کرتے ہوئے جناب ایم ایم احمد نے بتایا: ’’میری پیدائش 28 فروری 1913ء کو قادیان (بھارتی صوبہ پنجاب کا ایک معروف قصبہ) میں ہوئی۔ میرے والد گرامی کا نام حضرت مرزا بشیر احمد تھا اور والدہ کا نام سرور سلطان۔ میرے والد مسیح موعود (-) کے منجھلے بیٹے تھے۔ وہ ’’دین‘‘ کے اولین لوگوں میں شامل تھے۔ دراصل ہم لوگ معاشی اعتبار سے زمیندار فیملی سے تعلق رکھتے تھے مگر اس کے باوجود میرے والد صاحب نے اپنی ساری زندگی جماعتی کاموں کے لئے، (دین) کی خدمت کیلئے وقف کر دی تھی۔ وہ زیادہ تر کام وہیں قادیان ہی میں کرتے تھے۔ انہوں نے بہت سی کتابیں لکھیں جو زیادہ تر (دین) اور (دینی) تاریخ پر مبنی تھیں۔ ان کی ایک معروف تصنیف ’’سیرت خاتم النبیین‘‘ ہے۔ اپنے اسلوب، تحقیقی معیار اور عقیدے کے اعتبار سے یہ اتنی بلند پایہ کتاب ہے کہ جب یہ شائع ہو کر اول اول منصۂ شہود پر آئی تو ڈاکٹر علامہ اقبال اور سید سلیمان ندوی ایسے صاحبان علم وفضل نے اس کی زبردست تحسین کی اور اس پر شاندار ریویو کئے۔

’’قادیان میں جماعت کے زیر انتظام ایک ہائی سکول چل رہا تھا جو اردگرد کے علاقوں میں ’’تعلیم الاسلام ہائی اسکول‘‘ کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ اسی ہائی اسکول سے میں نے میٹرک کا امتحان پاس کیا جب کہ میرا بچپن بھی زیادہ تر قادیان ہی میں گزرا ہے۔ میٹرک کرنے کے بعد کالج کی تعلیم حاصل کرنے کا مرحلہ آیا تو میں نے والد گرامی کی تجویز پر گورنمنٹ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا جو اس زمانے میں برصغیر کے نامور اور اعلیٰ معیار کے تعلیمی اداروں

میں سرفہرست گردانا جاتا تھا۔ میں 1929ء میں اس کالج میں داخل ہوا تھا۔ تقریباً چھ سال اس کالج میں زیر تعلیم رہا۔ اسی کالج سے میں نے تاریخ میں ماسٹر ڈگری کی''۔ بیسویں صدی عیسوی کی تیس کی دہائی کے دوران جب کہ ایم ایم احمد گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک ہونہار طالب علم تھے، جی سی کے اساتذہ کا تذکرہ بڑی محبت سے کرتے ہوئے بتانے لگے: ''جب میں نے گورنمنٹ کالج میں داخلہ لیا، اس زمانے میں ہمارے پرنسپل مسٹر گیرٹ ہوا کرتے تھے۔ اردو ادب کے نامور طنزنگار اور انگریزی ادبیات کے معروف استاد جناب احمد شاہ بخاری پطرس طلباء کو انگریزی پڑھاتے تھے، سوندھی صاحب بھی تھے جن کی ایک بیٹی نے ایک ایسے صاحب سے شادی کی جو خود بعد میں گورنمنٹ کالج کے پرنسل ہو گئے تھے۔ ایک اور پروفیسر ڈکنسن بھی ہوا کرتے تھے۔ وہ بھی انگریزی کے استاد تھے۔ عربی قاضی فضل حق صاحب پڑھایا کرتے تھے۔ فارسی کے نامور استاد اور شاعر صوفی صاحب (صوفی غلام مصطفیٰ تبسم) بھی وہیں ہوتے تھے۔ غرضیکہ گورنمنٹ کالج لاہور میں علم وادب کے علماء کی ایک کہکشاں اتر آئی تھی''

گورنمنٹ کالج لاہور سے ماسٹر ڈگری کے حصول کے بعد ایم ایم احمد نے مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کیلئے انگلستان جانے کی ٹھانی۔ ابتدائی اقدامات کر لئے گئے مگر اس کے باوجود دل میں ایک شک سا تھا کہ نہ جانے وہاں داخلہ ملتا ہے کہ نہیں۔ چنانچہ اس دوران انہوں نے لاء کالج میں داخلہ لے لیا تا کہ وقت کا بہاؤ مثبت سمت میں جاری رہے۔ ایم ایم احمد نے مجھے بتایا:

''1933ء میں میں لندن چلا آیا۔ آئی سی ایس کرنے کا ارادہ تھا۔ چنانچہ لندن کے سکول آف اورینٹل اسٹڈیز میں داخلہ لے لیا تا کہ بی اے آنرز کر لیا جائے۔ ساتھ ہی مڈل ٹیمپل میں لاء کی ڈگری کیلئے بھی داخلہ لے لیا۔ لندن یونیورسٹی سے میں نے بی اے آنرز پاس کر لیا تھا، وہاں سے بھی میں نے پارٹ ون پاس کر لیا مگر قانون کی تعلیم کا پارٹ ٹو کرنے کا مرحلہ نہ آ سکا کیونکہ میں نے آئی سی ایس کر لیا تھا۔ آئی سی ایس کرنے کے بعد ایک سال کی پروبیشن ملتی تھی۔ چنانچہ میں نے یہ عرصہ آکسفورڈ یونیورسٹی میں گزارا۔ انگلستان کی معروف عالم درسگاہوں میں چھ سال کا عرصہ گزارنے کے بعد میں 1938ء میں واپس ہندوستان پہنچ گیا''۔

آئی سی ایس کرنا ایک کار دشوار مرحلہ ہوا کرتا تھا۔ متحدہ ہندوستان کے ایک مردِحُر مولانا محمد علی جوہر بھی آئی سی ایس کرنے ہی انگلستان سدھارے تھے۔ ان کے بڑے بھائی مولانا شوکت علی نے زندگی بھر کی جمع پونجی ان پر نچھاور کر دی مگر اس کے باوجود مولانا جوہر آئی سی ایس کے جوہر مراد سے ہمکنار نہ ہو سکے۔ بہرحال انگلستان سے واپسی کے بعد جناب ایم ایم احمد کی پہلی پوسٹنگ ملتان میں بحیثیت اسسٹنٹ کمشنر ہوئی۔

یہ وہ دور تھا جب تحریک پاکستان زوروں پر تھی اور تشکیل پاکستان کا مرحلہ قریب ہی آ پہنچا تھا اور تھوڑے سے عرصے کے بعد پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ ان دنوں ایم ایم احمد صاحب کہاں تھے؟ انہوں نے بتایا: ''پاکستان بننے کے بالکل آخری دنوں میں پاکپتن میں Settlement Officer کی حیثیت سے کام کر رہا تھا۔ انہیں دنوں مجھے چیف سیکرٹری صاحب (یوپی کے اختر حسین) کا فون آیا کہ گوڑ گاؤں میں بڑی گڑبڑ ہے۔ ہندو جاٹوں نے وہاں کے مسلمانوں کا جینا حرام کر دیا ہے اور قتل وغارت گری بڑھتی جا رہی ہے، اس لئے ہم تمہیں وہاں بھیج رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ عام حالات میں تو سیٹلمنٹ آفیسر کو اس وقت تک تبدیل نہیں کیا جاتا جب تک سیٹلمنٹ مکمل نہ ہو جائے مگر چیف سیکرٹری نے کہا کہ گورنر صاحب کا اصرار ہے کہ تمہیں وہاں بھیجا جائے۔ اس شدید ضرورت کے تحت ہم لاہور سے ہوائی جہاز بھی بھیجنے کو تیار ہیں تا کہ تم پاکپتن سے لاہور آ ؤ اور جہاز میں بیٹھ کر گوڑ گاؤں چلے جاؤ۔ میں نے کہا کہ جہاز کی ضرورت نہیں۔ میں پاکپتن سے لاہور پہنچا۔ کار میں مختصر سامان رکھا اور براستہ حصار گوڑ گاؤں پہنچ گیا۔ راستے میں میں دہلی میں اپنی بیوی کو چھوڑ گیا تھا۔

''گوڑ گاؤں پہنچا تو وہاں حالات واقعی بہت خراب تھے۔ مسلمان دیہاتوں کا تقریباً محاصرہ کیا جا چکا تھا۔ وہاں کے ہندو جاٹوں (جو دراصل میو ذات کے ضدی اور خوں آشام ہندو تھے) نے مسلمانوں کی زندگیاں اجیرن کر دی تھیں۔ مسلمانوں کے قتل کی ان گنت وارداتیں ہو چکی تھیں۔ لاء اینڈ آرڈر کی صورتحال دگرگوں ہو گئی تھی۔ میں نے وہاں پہنچتے ہی انگریز ڈپٹی کمشنر کے ساتھ ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر کی حیثیت میں کام کرنا شروع کر دیا۔ اس دوران ایک روز انبالہ سے انگریز کمشنر کا مجھے فون آیا کہ چند روز بعد گورنر صاحب (مسٹر جنکنز) آ رہے ہیں۔ تم ان کو ناشتہ دو اور تفصیل کے ساتھ ان سے ڈسکشن کرو کیونکہ وہ گاؤں کی ابتر صورتحال کا تفصیلی جائزہ لینا چاہتے ہیں۔ میں نے کمشنر صاحب سے کہا کہ حضور، میرے پاس تو رہنے کے لئے ڈھنگ کی جگہ بھی نہیں ہے، گورنر کو کہاں بٹھاؤں گا؟ کمشنر صاحب کہنے لگے اس کی پروانہ کرو۔ گورنر صاحب کو آپ اور وہاں کے دگرگوں حالات کے بارے میں بریف کر دیا گیا ہے۔ بہرحال گورنر صاحب آئے تو میں نے ان کے ساتھ تفصیلی بات چیت کی مگر لاء اینڈ آرڈر کے موضوع پر لگتا تھا کہ وہ براہ راست اردگرد کے لوگوں سے معلومات لینا چاہتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اکیلے میں ہندوؤں اور مسلمانوں سے علیحدہ علیحدہ

ملاقاتیں کیں۔ان ملاقاتوں کے اختتام پر انہوں نے مجھے اپنے کمرے میں بلایا اور کہا کہ مجھے خوشی ہے کہ ہندوؤں اور مسلمانوں دونوں قوموں نے تم پر اعتماد کا اظہار کیا ہے اور سب نے اقرار کیا ہے کہ تم بغیر کسی تعصب کے سب کے ساتھ یکساں اور عادلانہ سلوک کر رہے ہو۔ ازاں بعد گورنر جنکنز نے مجھے کہا کہ میں تمہیں اس علاقے کا مکمل اختیار کا حامل ڈپٹی کمشنر نامزد کرتا ہوں اور تم فلاں تاریخ سے ڈی سی کا چارج سنبھال لینا''۔

ایم ایم احمد بتاتے ہیں کہ گوڑ گاؤں کے علاقے میں مسلمانوں کی سلامتی اور انہیں ہندو جاٹوں کے دست استحصال اور ظلم کے شکنجے سے نجات دلانے کے لئے انہوں نے دن رات ایک کر دیئے۔ان کی موجودگی سے خون آشام ہندو جاٹوں کو ایک بار یقین ہو گیا کہ جب تک یہ شخص ایم ایم احمد نامی یہاں موجود ہے، وہ مسلمانوں کے خون کے ساتھ ہولی نہیں کھیل سکیں گے ۔اس دوران گوڑ گاؤں ہی میں ان کی ملاقات ممتاز دولتانہ سے ہوتی ہے۔وہ کہتے ہیں: ''میں نے انگریز ڈپٹی کمشنر سے ابھی چارج نہیں لیا تھا۔ایک دفعہ ہم آس پاس کے علاقوں کا دورہ کرنے کیلئے باہر نکلنے کو کھڑے تھے۔اس اثناء میں دولتانہ صاحب (جو پاکستان بننے کے بعد پنجاب کے وزیر اعلیٰ بنے) مجھے ملنے آ گئے۔وہ اس وقت مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل تھے۔وہ آئے تو میں ان سے خاصی دیر باتیں کرتا رہا اور علاقے کے مسلمانوں کے بارے میں تمام سوالات کا جواب دیتا رہا۔اس دوران انگریز ڈی سی میرا انتظار کرتا رہا۔دولتانہ صاحب میرے کلاس فیلو بھی رہے تھے۔اس لحاظ سے بھی میں ان سے تفصیلی باتیں کرتا رہا۔جب وہ چلے گئے تو انگریز ڈی سی مجھ سے بڑے ناراض ہوئے کہ تم نے اس شخص کو اتنا وقت کیوں دیا ہے۔میں نے ان سے کہا کہ دیکھئے دولتانہ صاحب مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل ہیں اور اس علاقے میں مسلمانوں پر خاص ظلم ہوا ہے اور وہ ان کے بارے ہی میں سوالات پوچھ رہے تھے اور ایک سول سرونٹ ہونے کی حیثیت میں میرا یہ فرض بنتا تھا کہ میں ان کو محصور مسلمانوں کی حالت زار کے بارے میں پوری معلومات فراہم کروں تاکہ وہ ان معلومات کی روشنی میں اپنا لائحہ عمل مرتب کر سکیں۔ انگریز ڈپٹی کمشنر میری اس منطق پر چیں بہ جبیں تو بہت ہوا مگر وہ کچھ نہ بولا لیکن اس کے باطنی غصے سے میں باخبر تھا۔اس سے یہ بات عیاں ہو گئی تھی کہ وہ کس نظروں سے مسلمانوں کو دیکھ رہے ہیں۔میں اور بھی چوکنا ہو گیا''

آزادی کے ان خون آشام ایام کی ایک اور حکایت خونچکاں کا ذکر چھیڑتے ہوئے ایم ایم احمد نے کہا: ''میری سرتوڑ کوششوں کے باوجود ہندوؤں کی بھی انتہائی کوشش یہ تھی کہ مسلمانوں کو کسی نہ کسی طرح زک پہنچائی جائے۔انہیں قتل کر دیا جائے۔ان کو لوٹ لیا جائے یا ان کے گھروں کو نذر آتش کر دیا جائے۔وہ ہمہ وقت شکار کی تلاش میں رہتے تھے۔ایک رات مجھے اطلاع ملی کہ ایک مسلمان گاؤں شاہ پور کا ہندوؤں نے محاصرہ کر لیا ہے اور وہ جلد ہی ہلہ بولنے والے ہیں۔میں اس وقت پولیس کی بھاری نفری لے کر وہاں پہنچ گیا اور سات سو کے قریب بلوائیوں کو گرفتار کر لیا۔میں دلی طور پر ان کو سخت سزا دینا چاہتا تھا تاکہ اردگرد بسنے والے مزید بلوائیوں کو بھی خبر ہو جائے کہ مسلمانوں کے خلاف یہ دھاندلی نہیں چلے گی۔مگر چونکہ یہ ایک Judiciary کیس تھا، اس لئے اس سے نبٹنا میرے لئے دشوار ہو رہا تھا۔ان دنوں صورت یہ تھی کہ جن افراد کو چھ ماہ سے زائد عرصے کی سزا ہوتی تھی انہیں لوکل جیل کی بجائے ڈویژنل جیل میں بھیجنا پڑتا تھا اور ڈویژنل جیل انبالہ میں تھی۔ بہرحال میں نے مقامی ایس ڈی او کے تعاون سے جسے مجسٹریٹ کے اختیارات مل گئے تھے، ان زیر حراست سات سو بلوائیوں کو ایک ایک سال قید کی سزا دی۔اس سزا کی بازگشت کا فائدہ یہ ہوا کہ اس کے بعد بڑے پیمانے پر اور اجتماعی سطح پر ہندوؤں کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ وہ مقامی مسلمانوں کے دیہاتوں اور محلوں کا محاصرہ کر کے ان کو تہ تیغ کرنا شروع کر دیں، ان کا مال واسباب لوٹ لیں یا ان کے گھروں کو آگ لگا دیں۔اگرچہ مجھے اس کام کیلئے دن اور رات اپنے آرام پر قربان کرنے پڑے مگر میرا ضمیر مطمئن رہا کہ مجھ پر جو فرض عائد کیا گیا تھا، اس پر میں پورا اترا اور ہندو اکثریت کے رحم وکرم پر چھوڑ دیئے گئے مسلمانوں کی میں مقدور بھر خدمت کرنے کے قابل ہو سکا''

تقسیم ہند نے عجیب وغریب حالات پیدا کر دیئے تھے۔مجموعی حیثیت میں مسلمانوں کو خسارے کا سامنا کرنا پڑا تھا۔مسلمان سول سرونٹس کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر تھی۔انگریزوں کی طرف سے بھی مسلمان ایک خاص طرح کے رویے کا شکار تھے۔گوڑ گاؤں میں حالات قدرے نارمل ہوئے تو ایم ایم احمد کا تبادلہ امرتسر کر دیا گیا۔حالات کی بے ثباتی اپنے عروج پر تھی۔کل کیا ہوگا؟ کسی کو کچھ معلوم نہ تھا۔ امرتسر آنے کا قصہ ایم ایم احمد یوں سناتے ہیں:۔

''یہ اگست 1947ء کے پہلے ہفتے کی بات ہے جب میں امرتسر پہنچا ہوں۔ ان دنوں امرتسر، گورداسپور اور فیروز پور ان متنازعہ علاقوں میں شامل تھے جن کے بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ پاکستان میں شامل ہوں گے یا بھارت میں۔انتظامی صورت یہ تھی کہ امرتسر میں انگریز ڈپٹی کمشنر تھا اور اس کے ساتھ ایک ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر پاکستان کی اتھارٹی میں لگایا گیا تھا اور ایک ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر بھارت کی اتھارٹی میں نامزد کیا گیا تھا۔مجھے پاکستان اتھارٹی کی طرف سے سامنے لایا گیا۔منصوبہ یہ تھا کہ جس طرف بھی اس علاقے کی

Allocation ہوگی، اسی طرف کا ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر فوری طور پر وہاں کا انتظام وانصرام سنبھال لے گا۔ میں جب امرتسر پہنچا تو وہاں کے انگریز ڈی سی نے مجھے کہا کہ بھئی میں تمہیں اپنے گھر میں نہیں رکھ سکتا کیونکہ ایک تو میرے گھر میں مہمان بہت آئے ہوئے ہیں، دوسرے اگر میں تمہیں رکھوں گا تو پھر بھارت کی طرف سے آنے والے ڈی سی کو بھی اپنے ہاں ٹھہرانا پڑے گا۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ تم اپنا بندوبست خود کرو۔ اس نے مجھے مشورہ دیتے ہوئے کہا کہ بہتر یہی ہے کہ کسی ہوٹل میں نہ ٹھہرنا بلکہ کسی دوست یا واقف کار کے گھر میں انتظام کرو۔ چنانچہ میں نے اپنے ایک مسلمان مجسٹریٹ کے گھر کا انتخاب کرلیا۔

''خاصے دن گزر گئے مگر انگریز ڈی سی نے مجھے کوئی کام تفویض نہ کیا۔ ایک روز میں ان کے پاس حاضر ہوا اور کہا کہ کوئی ڈیوٹی متعین کریں۔ کہنے لگے تمہیں اگر کوئی ڈیوٹی دوں گا تو بھارتی اتھارٹی میں آنے والے ایڈیشنل ڈی سی کو بھی دینی پڑے گی۔ میں نے کہا کہ اس کے ذمے بھی کوئی نہ کوئی ڈیوٹی لگا دیں۔ چنانچہ انہوں نے مجھے کہا کہ تم کورٹ میں میری پیشیاں سن لیا کرو اور شہر کی انتظامیہ کے بھی چھوٹے موٹے کام کر دیا کرو۔ میں نے یہ دونوں فرائض سنبھال لئے۔ میں نے امرتسر شہر کا قریب سے جائزہ لیا تو محسوس ہوا کہ مسلمان خوف زدہ بھی ہیں اور نہتے بھی اور دوسری طرف ہندو اور سکھ مسلح بھی ہیں اور مسلمانوں کے بارے میں ان کا رویہ Hostile بھی ہے اور جارحانہ بھی۔ اس مشاہدے کی روشنی میں میں نے امرتسری مسلمانوں کو اسلحے کے لائسنس جاری کرنے شروع کر دیئے تا کہ وہ کم از کم اپنی حفاظت آپ تو کرسکیں۔

امرتسر میں کام کرتے ہوئے انہیں زیادہ دن نہیں گزرے تھے جب انہیں ایک خوفناک حادثے کا سامنا کرنا پڑا: ''ایک روز میں کورٹ میں بیٹھا تھا''۔ ایم ایم احمد نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: '' میں پیشیاں سن رہا تھا اور کام میں مگن تھا۔ اچانک کسی نے ہم پر بم پھینکا۔ میرے ساتھ ہی لاہور والے سید وحیدالدین فقیر کے ایک قریبی رشتہ دار بیٹھے تھے جو اے ڈی ایم تھے۔ خوش قسمتی سے بم کاغذات کے ایک بڑے سے ڈھیر پر پڑا۔ اگرچہ وہ پھٹ گیا مگر اس کا اثر قدرے زائل ہو گیا۔ بم کے پھٹنے سے ایک پولیس والا مارا گیا اور وہاں بیٹھا ایک منشی شدید زخمی ہو گیا۔ ہم وہاں دبک کر بیٹھ گئے تا کہ اگر کوئی دوسرا بم بھی ہے تو پھٹ ہی جائے مگر کوئی دوسرا دھماکہ نہ ہوا اور بم پھینکنے والے لوگوں کی دھما چوکڑی اور بھگدڑ کا فائدہ اٹھا کر فرار ہو گئے۔ اس صورتحال میں اگرچہ میں نے کام جاری رکھا مگر اس سے یہ اندازہ لگانے میں اور زیادہ آسانی ہوگئی کہ عنقریب حالات مزید کتنے بگاڑ کا شکار ہو جائیں گے اور حالات کی سنگینی میں اور اضافہ ہو جائے گا۔ ہم کام کے دوران اور گھر سے کورٹ آتے وقت اور سہ پہر کے وقت گھر کی طرف جاتے وقت اور زیادہ محتاط ہو گئے''۔

برصغیر کی تقسیم اور یہاں سے رخصت کے حوالے سے حکمران انگریز طبقہ چیں بہ جبیں تھا۔ اگرچہ آزادی کے لئے ہندو بھی پیش پیش تھے مگر وہ سب کے سب تقسیم ہند کے خلاف تھے جب کہ اسلامیان ہند پاکستان کی شکل میں ایک علیحدہ وطن کے طلبگار تھے اور یہ مطالبہ ہندو اور انگریز دونوں کے لئے ناگوار تھا۔ انگریز اور ہندو کی اس ناگواری نے تقسیم کے دوران متعدد بار اور کئی جگہوں پر مسلمانوں کے خلاف اقدامات کئے اور تقسیم کے لئے جو فارمولا طے پایا تھا، جگہ بہ جگہ اس کی خلاف ورزی کی۔ کچھ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ایم ایم احمد یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ ان سب معاملات کے عینی شاہد ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

''امرتسر کے انگریز ڈپٹی کمشنر ایک روز میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ مجھے یوں لگتا ہے جیسے گورداسپور بھارت میں شامل کیا جائے گا۔ میں حیرت زدہ رہ گیا۔ اسی حیرانی کے عالم میں میں نے ڈی سی صاحب سے جو کہ لاہور سے تبدیل ہو کر آئے تھے، کہا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ کیونکہ گورداسپور تو مسلم اکثریت کا علاقہ ہے اور دوسرا یہ کہ پاکستان سے زیادہ متصل ہے۔ اس صورت میں اگر اسے بھارت میں شامل کیا جاتا ہے تو یہ پارٹیشن فارمولا کی خلاف ورزی ہوگی۔ اس پر ڈی سی صاحب گڑ بڑا گئے اور اچانک کہنے لگے کہ نہیں نہیں، یہ افواہیں ہیں اور میں چونکہ لاہور سے آیا ہوں، وہاں اس قسم کی افواہیں گردش کرتی رہتی ہیں۔ انہیں سے میں نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے تم مت گھبراؤ۔

''یہ گرمیوں کا موسم تھا۔ ہم لوگ چھتوں پر سوتے تھے۔ مجھے دوسرے روز انگریز ڈی سی نے پھر اپنے پاس بلایا اور کہا کہ حالات زیادہ خراب ہو رہے ہیں۔ بہتر ہے تم قادیان چلے جاؤ، اور اگر امرتسر پاکستان کو ملا تو میں تمہیں فون کر کے بلالوں گا تا کہ تم امرتسر کا چارج سنبھال لو۔ میں اسی رات ڈی سی کی زیر ہدایت قادیان چلا گیا۔ اس وقت جماعت کے سربراہ مرزا بشیر الدین محمود احمد تھے۔ میں نے ان کے سامنے سارے حالات رکھے۔ یہ سن کر حضرت صاحب نے فرمایا: مجھے ابھی ابھی الہام ہوا ہے کہ تم لوگ جہاں بھی جاؤ گے، جس حالت میں بھی ہوگے، آخر کار ایک جگہ اکٹھے ہو جاؤ گے۔ میں قادیان میں چار دن رہا پہلے دو دن تک گورداسپور پاکستان کا حصہ معلوم ہوتا تھا مگر 17 اگست 1947ء کو اعلان ہو گیا کہ یہ بھارت میں شامل کرلیا گیا ہے۔ گویا انگریز ڈی سی نے مجھے جو باتیں چند روز پہلے بتائی تھیں، اس کا واقعی علم اسے تھا۔ بہرحال اس اعلان کے ساتھ ہی قادیان بھی مشرقی پنجاب یعنی ہندوستان کا حصہ بن

گیا۔ ہماری جماعت نے دو سیسنا طیارے اور ایک ہیلی کاپٹر حاصل کئے اور ہم نے ان طیاروں اور ہیلی کاپٹروں کے ذریعے قادیان کے اردگرد بسنے والے تمام مسلمانوں کو جو انتہائی کسمپرسی اور بھوک کے عالم میں دن گزار رہے تھے، زندگی کی ممکنہ ضروریات فراہم کیں۔ انہیں خوراک، لباس اور سواری مہیا کی۔ اگر آپ ان دنوں کے پرانے اخبارات نکال کر دیکھیں تو تقریباً سبھی اخبارات ہماری ان خدمات کی تحسین کرتے نظر آتے ہیں۔ ہم نے جو ایک ہیلی کاپٹر حاصل کیا تھا، وہ چند روز تک گورداسپور کی پولیس کے سربراہ نے بھی عاریتاً اپنے زیر استعمال رکھا۔ اس کی بدولت گورداسپور کے آس پاس کے وہ علاقے جہاں سکھوں اور ہندوؤں نے مسلمانوں اور ان کے گھروں کو گھیرے میں لے رکھا تھا، انگریز سربراہ پولیس ہیلی کاپٹر کی مدد سے فوراً وہاں پہنچا اور مسلمانوں کو محاصرین سے نجات دلائی۔ ہم نے اس ہیلی کاپٹر کے استعمال کی ان لوگوں سے کوئی فیس بھی وصول نہ کی کیونکہ ہم جانتے تھے کہ یہ دراصل مسلمانوں ہی کی خدمت میں استعمال ہو رہا ہے''۔

اس ہنگامہ کارزار کے دوران میں ایم ایم احمد نے اپنی اہلیہ کو قادیان میں چھوڑا اور ایک سیسنا طیارے میں سوار ہو کر لاہور آ گئے جہاں پنجاب سیکرٹریٹ میں انہیں ڈپٹی سیکرٹری کالونیز متعین کر دیا گیا۔ گورنر جنکنز کی جگہ گورنر موڈی آ گئے تھے۔ اختر حسین چیف سیکرٹری نے ایم ایم احمد کو بتایا کہ گورنر جنکنز نے جاتے جاتے تمہاری گورنر موڈی سے بڑی تعریف کی ہے اور سفارش کی ہے کہ وہ تمہیں اپنا سیکرٹری رکھ لیں: ''مگر مجھے سیکرٹری، جو ذاتی قسم کی نوکری ہوتی ہے، کا عہدہ پسند نہ تھا'' ایم ایم احمد بولے ''مگر میں نے اختر حسین صاحب سے کہا کہ چونکہ میں سرکاری ملازم ہوں، اگر وہ آرڈر کریں گے تو میں گورنر کے سیکرٹری کی بھی نوکری کر لوں گا۔ میرا یہ پیغام اختر حسین نے گورنر موڈی تک پہنچا دیا۔ گورنر نے کہا کہ ٹھیک ہے اگر وہ پسند نہیں کرتا تو ہم اسے سیکرٹری نہیں لگاتے''۔ ایک مختصر سے وقفے کے بعد ایم ایم احمد نے کھنکار کر گلا صاف کرتے ہوئے کہا: ''ان دنوں سیالکوٹ میں راجہ صاحب نامی ڈپٹی کمشنر تھے۔ مقامی مسلم لیگ نے ان کے خلاف زبردست مظاہرہ کیا اور کہا کہ راجہ صاحب تقسیم کے بعد سیالکوٹ میں الجھے ہوئے معاملات کو دانستہ صحیح طرح نمٹا نہیں رہے ہیں۔ مظاہروں میں ان کے خلاف اور بھی الزام عائد کئے گئے۔ چونکہ سیالکوٹ جموں و کشمیر سے متصل علاقہ تھا اور کشمیر میں لڑائی ہو رہی تھی، اس لئے بھی یہ علاقہ زیادہ حساسیت کا حامل تھا اور مسلم لیگ کا کہنا تھا کہ راجہ صاحب جہاد کشمیر سے متعلقہ معاملات میں معاون ثابت نہیں ہو رہے۔ چیف سیکرٹری اختر حسین نے مجھے طلب کیا۔ کیبنٹ میٹنگ ہوئی جس میں میں بھی حاضر تھا۔ وہاں دولتانہ صاحب، نواب ممدوٹ صاحب اور سکندر حیات صاحب موجود تھے۔ ان کی متفقہ رائے اور حکم کے تحت مجھے سیالکوٹ میں راجہ صاحب کی جگہ ڈپٹی کمشنر لگا دیا گیا۔

''سیالکوٹ میں مسلم لیگ کے کرتا دھرتا خواجہ صفدر اور ایک شاہ نامی آدمی تھے۔ خواجہ صفدر دراصل اسی شاہ صاحب کے نائب تھے۔ بعد میں خواجہ صاحب ایم این اے بھی بنے اور قومی اسمبلی کے سپیکر بھی بننے کی کوشش کرتے رہے۔ بہت برسوں بعد وہ جنرل ضیاء الحق کی ناک کا بال تک بن گئے تھے۔ بہرحال، خواجہ صفدر اور شاہ صاحب ایسے افراد کو مہاجرین اور دوسرے لوگوں کے لئے میری طرف سے جس قسم کی مدد کی ضرورت تھی، وہ میں نے فراہم کی۔ مسلم لیگ سے وابستہ افراد سے ہر سطح پر تعاون کرنے سے بعض لوگ میرے خلاف بدظن بھی ہو گئے۔ مثلاً ہمارے ایریا کمانڈر فوجی تھے اور انگریز تھے۔ انہوں نے مجھے ایک روز شاکی لہجے میں کہا کہ تم بارڈر تک مہاجرین کی مدد کے لئے جن افراد کے دستوں کو بھیجتے ہو وہ زیادہ تر مسلم لیگی کیوں ہوتے ہیں؟ اس طرح تو تم اپنی غیر جانبداری مجروح نہیں کر رہے؟ میں نے کہا دیکھئے اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلم لیگی افراد پر ایک تو لوگ زیادہ اعتماد کرتے ہیں، دوسری ان لوگوں کی بارڈر تک آسانی سے رسائی ہے۔ اس طرح مسلمانوں کے ساتھ ساتھ سکھ اور ہندو کمیونٹی کے لوگوں کو بھی آگے تک بھیجوں گا تو ہو سکتا ہے گڑبڑ ہو جائے۔ مگر میری وضاحت کے باوجود میرے خلاف ان کا دل صاف نہ ہوا''۔

قائداعظم کی طبیعت نڈھال تھی۔ مہاجرین کی غیر متوقع بھاری تعداد نے ان کو زیادہ پریشان کر دیا تھا اور ادھر کشمیر میں جنگ چھڑ گئی تھی۔ کشمیر کو قائداعظم پاکستان کی شہ رگ قرار دے چکے تھے۔ جہاد کشمیر کا میدان کارزار گرم ہو گیا تھا۔ ان نازک لمحات کی کہانی ایم ایم احمد یوں سناتے ہیں: ''سیالکوٹ سے جموں و کشمیر قریب پڑتا ہے۔ کیبنٹ نے مجھے حکم دیا کہ تم ہر ممکنہ سطح پر مجاہدین کشمیر کی مدد کرو اور جہاد کشمیر میں زیادہ سے زیادہ تعاون کرنے کا وسیلہ بنو۔ اس سلسلے میں مجھے جنرل شیر محمد اور بعد ازاں جنرل موسیٰ بھی ملے۔ میں نے ان سے بھی گزارش کی کہ یہاں کا ایریا کمانڈر انگریز ہے اور اسے شک ہے کہ کشمیر کے بارے میں امداد فراہم کر رہا ہوں۔ ممکن ہے یہ کبھی کوئی رکاوٹ کھڑی کر دے، اس لئے اس کا علاج کیا جانا چاہئے۔ اس دوران ایک روز عجیب واقعہ پیش آیا۔ سیالکوٹ سے باہر ایک Limb Centre بنایا گیا تھا۔ اس سنٹر میں ان افراد کا علاج کیا جاتا تھا جن کے اعضاء سکھوں اور ہندوؤں نے ہجرت کے دوران کاٹ دیئے تھے۔ یہاں میڈیکل کا بہت زیادہ سامان پڑا ہوا تھا۔ ایک دن میں اپنے دفتر میں بیٹھا تھا کہ مجھے پیغام ملا کہ ایک شخص مجھ سے

ملنا چاہتا ہے مگر وہ اندر نہیں آسکتا۔ میں خود باہر نکلا تو دیکھا وہ معذور ہے۔

اس نے مجھے بتایا کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن، جو ریڈ کراس کی چیئر پرسن تھیں Limb Centre میں آئی ہوئی ہیں اور سنٹر کا سامان چودہ ویگنوں (ریلوے کی) میں بھروا چکی ہیں اور وہ اس سامان کو انڈیا بھجوانے کا آرڈر کر چکی ہیں۔ میں نے اسی وقت ریلوے کے ہیڈ، (سیالکوٹ میں) اسٹیشن ماسٹر کو فون کیا کہ میں تمہیں ڈی سی اور ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی حیثیت سے حکم دیتا ہوں کہ وہ چودہ ویگنیں جنہیں لیڈی ماؤنٹ بیٹن لوڈ کروا کر انڈیا بھجوانے کا آرڈر دے چکی ہیں، بالکل ریلوے اسٹیشن سے نہیں ہلیں گی۔ اس نے میرے حکم پر عمل کیا۔ بعد میں مجھے ایک جرنیل کا فون آیا کہ تم لیڈی ماؤنٹ بیٹن اور لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے احکامات کی خلاف ورزی کر رہے ہو۔ میں نے جواب دیا کہ اس وقت میں صرف پاکستانی گورنمنٹ کا ملازم ہوں، لیڈی ماؤنٹ بیٹن یا لارڈ ماؤنٹ بیٹن کے احکامات کا پابند نہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ وہ سامان بچ گیا۔ اگر مجھے بروقت اطلاع نہ ملتی تو ہم بڑے نقصان سے دوچار ہو جاتے اور یہ خسارہ کسی جگہ سے بھی پورا نہ ہو سکتا۔ انہی دنوں لیڈی ماؤنٹ بیٹن سیالکوٹ آئیں تو انہوں نے ویگنوں کا تذکرہ تک نہ کیا۔ انہیں اچھی طرح معلوم تھا کہ وہ سراسر ایک غیر قانونی حرکت کا ارتکاب کر رہی تھیں''۔

(صفحہ 16 تا 32)

آہ!

فروغ شمعِ محفل تو رہے گا صبح محشر تک
مگر محفل تو پروانوں سے خالی ہوتی جاتی ہے

☆☆☆☆☆

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب (ایم ایم احمد)

# یادگار ماہ و سال

## ڈان (Dawn) مورخہ ۶/اگست ۲۰۰۲ء (از مسٹر شاہد جاوید برکی)

ترجمہ (تلخیص کے ساتھ) از: مکرم پروفیسر راجہ نصر اللہ خان صاحب

''مرزا مظفر احمد جو اپنے دوستوں اور مداحوں میں زیادہ تر ایم ایم احمد کے نام سے جانے جاتے ہیں ۲۲ جولائی کو واشنگٹن کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ وہ کئی ماہ سے علیل چلے آتے تھے لیکن کسی خاص بیماری کی وجہ سے نہیں بلکہ ان پر طویل عمر اور وطن عزیز پاکستان کے بارے میں فکرمندی کا بوجھ بڑھتا گیا۔ وہ وطن عزیز جس سے وہ بے حد پیار کرتے تھے اور جس کی خدمت کیلئے انہوں نے اپنی پوری اور انتہائی فعال زندگی وقف کر دی تھی۔

ایم ایم احمد ۲۸ فروری ۱۹۱۳ء کو ہندوستان کے شہر قادیان میں پیدا ہوئے۔ پہلے انہوں نے گورنمنٹ کالج لاہور اور پھر برطانیہ کی لندن اور آکسفورڈ یونیورسٹیوں سے اعلیٰ تعلیم پائی۔ انہوں نے ۱۹۳۹ء میں انڈین سول سروس (آئی۔ سی۔ ایس) میں شمولیت اختیار کی۔ انگریزی حکومت کی طرف سے بھرتی کیا جانے والا یہ آخری گروپ تھا۔ ۱۹۴۷ء میں انگریزوں کے ہندوستان سے رخصت ہو جانے کے بعد آئی سی ایس کا اختتام ہو گیا۔ اس کے ممبران سے کہا گیا کہ وہ اپنی مرضی سے کسی ایک ملک کا انتخاب کر لیں۔ یعنی یہ کہ وہ ہندو اکثریت والے ملک میں خدمات انجام دینا چاہیں گے یا پاکستان جانا چاہیں گے۔ جو خاص طور پر مسلمانوں کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اکاسی آئی۔سی۔ایس افسران نے جن میں ایم۔ایم۔ احمد بھی شامل تھے پاکستان کی خدمت کا فیصلہ کیا۔

### جناب ایم۔ایم۔احمد کی ترقی اور عروج

اس بے حد قابل اور تربیت یافتہ گروہ کی اکثریت نے پاکستان کی ریاست کو مستحکم کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان میں سے بہت سے افسران کراچی چلے گئے جو کہ ملک کا پہلا دارالحکومت تھا۔ ایم۔ایم۔احمد نے پنجاب کے دارالحکومت لاہور کا انتخاب کیا ایم۔ایم۔احمد نے یہاں جو عہدے حاصل کئے ان میں سیکرٹری خزانہ کا منصب بھی شامل تھا۔ بعد میں وہ پاکستان کے نئے دارالحکومت اسلام آباد چلے گئے جہاں انہوں نے متعدد اعلیٰ عہدوں پر کام کیا جن میں سیکرٹری تجارت، سیکرٹری وزارت خزانہ اور ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن کے منصب شامل تھے۔ یحییٰ خان کے زمانہ میں ایم۔ایم۔احمد مشیر مقرر ہوئے ان کا عہدہ مرکزی وزیر کے برابر تھا اور وہ اس حیثیت میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ بعد میں مشرقی اور مغربی پاکستان میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ وہ اس بدقسمت سانحہ کے جلد بعد واشنگٹن چلے گئے اور ورلڈ بینک کے بورڈ میں ایگزیکٹیو ڈائریکٹر کا منصب سنبھال لیا۔ جس کے

دائرہ کار میں پاکستان اور بہت سے دوسرے اسلامی ممالک شامل تھے۔ جب بنگلہ دیش خود مختار ملک بن گیا تو ورلڈ بینک بورڈ پر پاکستان کی نشست ختم ہوگئی۔ ایم۔ ایم۔ احمد واشنگٹن میں قیام پذیر رہے اور پھر ورلڈ بینک اور آئی۔ ایم۔ ایف (عالمی مالیاتی فنڈ) کی مشترکہ کمیٹی جو ترقیاتی کمیٹی (ڈویلپمینٹ کمیٹی) کے نام سے معروف ہے کے ڈپٹی ایگزیکٹوسیکرٹری منتخب ہو گئے۔ وہ اس منصب سے ۱۹۸۴ء میں ریٹائر ہوئے۔

## پیچیدہ صورت حال

میری سالہا سال سے ایم۔ ایم۔ احمد سے اچھی صاحب سلامت تھی۔ اگرچہ میں C.S.P میں ان سے اکیس برس جونیئر تھا لیکن مجھے کئی مواقع پر ان کے ساتھ کام کرنے کا موقع میسر آیا۔ پہلی مرتبہ میرا ان سے گہرا واسطہ اس وقت پڑا جب ۱۹۶۹ء میں جنرل یحییٰ خان کی مارشل لاء حکومت نے مغربی پاکستان کا ون یونٹ ختم کرنے کا فیصلہ کیا۔ آزادی وطن کے بعد مغربی پاکستان کا ون یونٹ پاکستان میں بالا دستی حاصل کرنے والی سیاسی قوتوں کے درمیان قائم ہونے والے نازک توازن کا ایک حصہ تھا۔ آئین سازی کا کام مغربی پاکستان خاص طور پر پنجاب کے لیڈروں نے بے حد کٹھن بنا دیا تھا جو وفاقی اور صوبائی حکومتوں کے درمیان تقسیم اختیارات کا کوئی ایسا نظام ماننے کو تیار نہیں تھے جس کے نتیجہ میں مشرقی پاکستان ملک کے سیاسی ڈھانچہ میں غالب قوت بن جاتی۔ یہ نتیجہ اس صورت میں نکل سکتا تھا جب کہ پاکستان کے مختلف صوبوں کو قانون ساز اسمبلی میں آبادی کی بنیاد پر رکنیت دی جاتی۔ ایسی صورت میں مشرقی پاکستان جس کی آبادی مغربی پاکستان کے تمام صوبوں کی مجموعی آبادی سے بھی زیادہ تھی قومی اسمبلی میں نشستوں کا غالب حصہ حاصل کر لیتا۔

آخر ایک سمجھوتہ ''برابری'' کے فارمولا کی بنیاد پر طے پایا جس کے مطابق ملک کے دو بڑے وفاقی یونٹ بنائے گئے۔ ایک مشرقی پاکستان اور دوسرا مغربی پاکستان۔ ان دونوں بڑے حصوں کو قومی اسمبلی میں برابر کی نمائندگی دی گئی۔ اس طرح ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان کا ون یونٹ معرض وجود میں آیا۔ ۱۹۵۶ء کے آئین کی منسوخی اور ۱۹۶۲ء کے آئین کے تحت ایک نئے سیاسی ڈھانچے کے قیام کے باوصف ''برابری کا فارمولا'' قائم رہا۔ بہرحال فوجی حکومت کے تحت سیاسی ڈھانچے کی حد سے زیادہ مرکزیت نے بہت سے مسائل کو جنم دیا۔ صدر ایوب خان وفاقی حکومت پر پوری طرح چھائے رہے اور دونوں حصوں کے گورنر امیر محمد خان آف کالا باغ اور عبدالمنعم خان بالترتیب مغربی اور مشرقی پاکستان پر ایک جیسے تحکمانہ انداز میں حکومت کرتے رہے۔ ان تینوں ہاتھوں میں اختیارات کا اس قدر ارتکاز عوام کو راس نہ آیا۔ مشرقی پاکستان میں اسلام آباد کی بالادستی کے خلاف رنجیدگی بڑھتی گئی اور مغربی پاکستان کے چھوٹے صوبے نواب آف کالا باغ کے تحکمانہ انداز حکومت کی وجہ سے بیگانہ ہوتے گئے۔ جب یحییٰ خان نے اقتدار سنبھالا تو انہوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کے درمیان ''برابری'' اور مغربی پاکستان میں ون یونٹ کو ختم کر کے ان تشویشناک احساسات کے حق میں عملی قدم اٹھایا۔

## عظیم اور فیصلہ کن خدمات

ون یونٹ کے حصے الگ الگ کرنے کا کٹھن کام اعلیٰ افسران کی ایک کمیٹی کو سونپا گیا جس کے سربراہ ایم۔ ایم۔ احمد تھے۔ ایم۔ ایم۔ احمد پنجاب کی نمائندگی کر رہے تھے۔ جب کہ غلام اسحاق خان نے صوبہ سرحد کی نمائندگی کی۔ اے جی این قاضی نے سندھ کی اور یوسف اچکزئی نے بلوچستان کی نمائندگی کی۔ کمیٹی کے سیکریٹریٹ کے چار افسران یہ تھے ظہور اظہر، ڈاکٹر ہمایوں خان، ڈاکٹر طارق صدیقی اور میں (شاہد جاوید برکی) کمیٹی کا کام بہت پیچیدہ تھا۔ اسے نہ صرف ون یونٹ کے حصے علیحدہ علیحدہ کرنے تھے بلکہ چار نئے صوبوں کو تشکیل بھی دینا تھا۔

ایم۔ ایم۔ احمد اس مہم پر پورے اترے۔ انہوں نے کئی ہفتوں تک اپنی شخصیت کے نمایاں اوصاف، صبرو استقامت، عظمت و وقار اور ذہانت و فطانت سے کام لیتے ہوئے کمیٹی کی مسلسل رہنمائی کی اور گورنمنٹ کی طرف سے دیئے گئے عرصہ کے اندر اندر تمام بڑے بڑے مسائل کو سلجھا لیا۔ کمیٹی کا منصوبہ یکم جولائی ۱۹۷۰ء کو نافذ العمل ہوا اور ون یونٹ ختم ہو گیا اور سب اختیارات صوبہ بلوچستان، شمال مغربی صوبہ سرحد، پنجاب اور سندھ کو تفویض کر دیئے گئے۔

ایم۔ ایم۔ احمد سے میرا دوسرا قریبی رابطہ بھی اسی دور کا ہے جب ان کے ذمہ یہ نازک کام سونپا گیا کہ وہ مشرقی اور مغربی پاکستان کی حکومتوں کو منصوبہ بندی کے چوتھے پنج سالہ منصوبہ کے لئے وضع کردہ اقتصادی ڈھانچے کو قبول کرنے پر آمادہ کریں۔ یہ پنج سالہ منصوبہ ۱۹۷۰ء سے ۱۹۷۵ء تک چلنا تھا۔ جس وقت منصوبہ بندی کمیشن نے اپنا فریم ورک پیش کیا اس وقت تک مشرقی پاکستان کے باشندے اس

بات پر پختہ ہو چکے تھے کہ مغربی صوبے کی شاندار معاشی ترقی ان کے صوبہ سے سمیٹے ہوئے ذرائع کی وجہ سے جاری ہے وہ چوتھے پنج سالہ منصوبے کے دوران اس یکطرفہ جھکاؤ کی درستی چاہتے تھے۔

ماہر اقتصادیات کے دو گروپ بنائے گئے ایک کے چیئرمین مغربی پاکستان کے چیف اکنامسٹ ڈاکٹر پروفیسر حسن مقرر ہوئے اور دوسرے کے ایک بنگالی ماہر معاشیات پروفیسر نورالاسلام۔ مقصد یہ تھا کہ یہ لوگ دونوں صوبوں کے درمیان اختلافات کا حل نکالیں۔ یہ بات زیادہ تعجب انگیز نہیں تھی کہ آخر دونوں گروپ الگ الگ نتائج پر پہنچے۔

ایک دفعہ پھر ایم۔ایم۔احمد کو آگے آنا پڑا تا کہ دونوں ماہرین معاشیات دھڑوں کے اختلافات کو ختم کرائیں۔ مغربی پاکستان کے گورنر نور خان کے مشیر اقتصادیات کی حیثیت میں میں نے کئی ایسے اجلاسات میں شرکت کی جن کی صدارت ایم۔ایم۔احمد نے کی تا کہ ملک کے دونوں صوبوں کے درمیان اتفاق رائے حاصل کیا جائے۔ انہوں نے کسی سمجھوتہ پر پہنچنے کی سرتوڑ کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ سیاسی بخار بڑھتا ہی جا رہا تھا۔

## عظیم بین الاقوامی خدمات

ایم۔ ایم۔ احمد سے میری سب سے گہری رفاقت اس وقت قائم ہوئی جب ۱۹۸۱ء میں ترقیاتی کمیٹی (ڈویلپمنٹ کمیٹی) کے سیکریٹریٹ میں ورلڈ بینک کی نمائندگی کرنے کا کام میرے ذمہ لگایا گیا۔ ایم۔ایم۔احمد اس وقت اس کمیٹی کے ڈپٹی ایگزیکٹیو سیکرٹری تھے۔ اس کمیٹی کو جو ورلڈ بینک اور عالمی مالیاتی فنڈ (IMF) کے درمیان ایک رابطے کی حیثیت رکھتی تھی یہ کام سونپا گیا کہ وہ ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کے درمیان متعدد اہم معاملات کے سلسلہ میں افہام وتفہیم کو فروغ دے۔

سرکاری سطح پر دی جانے والی ترقیاتی امداد جس کے متعلق یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ وہ آہستہ آہستہ لیکن نمایاں طور پر بڑھتی جائے گی بالکل جمود کا شکار ہوگئی۔ ایم۔ ایم۔ احمد نے مختلف حکومتوں کو یہ باور کرانے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا کہ انہیں دنیا بھر میں بڑھوتری کا تسلسل قائم رکھنے کیلئے مل جل کر کام کرنا ہوگا۔

ایم۔ایم۔احمد اور مجھ (شاہد جاوید برکی) پر یہ حقیقت جلد ہی واضح ہوگئی کہ ہمیں ترقی پذیر ممالک میں سے ایک ایسی مضبوط شخصیت کی ضرورت ہے جو ترقیاتی کمیٹی کی صدارت سنبھالے اور اس کی سوچ و بچار کی رہنمائی کرے۔ ہم نے غلام اسحاق خان کی طرف رجوع کیا جو اس وقت پاکستان کے وزیر خزانہ تھے۔ اسحاق خان اور ایم۔ ایم۔ احمد ایک دوسرے کے اچھے دوست تھے اور اسی دوستی کی وجہ سے اسحاق خان ترقیاتی کمیٹی کی صدارت کا انتخاب لڑنے پر متفق ہو گئے۔ <u>ایم۔ایم۔احمد نے تمام حکومتوں کو جو کمیٹی کی رکنیت رکھتی تھیں اسحاق خان کو کامیاب امیدوار بنانے پر رضامند کرلیا۔</u> چنانچہ پاکستانی وزیر خزانہ (غلام اسحاق خان) متفقہ طور پر منتخب ہو گئے۔<u>ایم۔ایم۔احمد کی اعانت سے اسحاق خان نے اس ذمہ داری کو عمدگی سے نبھایا اور ترقی یافتہ اور ترقی پذیر دونوں سے عزت پائی۔</u> غلام اسحاق خان دوسری مدت کے لئے بھی منتخب ہو گئے اور اپنی یہ ذمہ داری وزارت خزانہ سے الگ ہونے کے بعد بطور چیئرمین سینٹ بھی سنبھالتے رہے۔

میں یہ یادداشتیں ایم۔ ایم۔ احمد کی یاد تازہ کرنے اور ان کو خراج تحسین پیش کرنے کے لئے ''ڈان'' کے قارئین کی نذر کر رہا ہوں۔ <u>ایم۔ ایم۔ احمد نے اپنا سب کچھ پاکستان کے لئے نچھاور کر دیا۔''</u> (مضمون از شاہد جاوید برکی)

## اخبار Dawn مورخہ ۲۴/جولائی ۲۰۰۲ء

یہ علاقہ ہندوستان اور حکمرانوں کا مرکزی حصہ افسانوی شہرت کی انڈین سول سروس تھی جو دنیا بھر میں بہترین تھی ایسے لوگوں میں سے ایک قلیل تعداد جو پاکستان کے حصہ میں آئی یا جنہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ایسی حکومتی نظم ونسق کی تعمیر کی جس نے لکھوکھا مہاجرین کو آباد کرنے کے کٹھن کام کا سامنا کیا اور اس کے ساتھ ساتھ لوگوں کی اس قدر بڑی تعداد کی املاک کی نگہداشت کی جو ہندوستان کی جانب منتقل ہو گئے۔ اس عظیم الشان کام اور اس کے ساتھ جنم لینے والی ترغیبات وتحریصات سے نمٹنے کے سلسلہ میں ان میں سے اکثریت نے اپنے آپ کو اس دور کے مورخین سے خراج تحسین حاصل کرنے کا اہل ثابت کیا یعنی یہ کہ وہ لوگ ''انتہائی منصف مزاج اور بڑوں کی جھکاؤ کے سچے اور کھرے تھے جو اپنے اختیارات کو خود غرضانہ مقاصد کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اس طور پر کہ جسے وہ حق سمجھتے تھے۔''

☆☆☆☆☆

# انتقال پر ملال

## حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد کی وفات پر پاکستان کے چند اخبارات کا خراج عقیدت

### دی نیشن اور ڈان کے مضمون نگار نے لکھا

کس طرح چند ہزار لوگ اتنی کم قوت کے استعمال سے اتنے زیادہ لوگوں اور اتنے بڑے اور مختلف النوع علاقہ پر دوسو سال تک حکومت کر گئے۔

یہ علاقہ ہندوستان تھا اور حکمرانوں کا مرکزی حصہ افسانوی شہرت کی انڈین سول سروس تھی جو دنیا بھر میں بہترین تھی ایسے لوگوں میں ایک قلیل تعداد جو پاکستان کے حصہ میں آئی یا جنہوں نے پاکستان کا انتخاب کیا۔ یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے ایسے حکومتی نظم ونسق کی تعمیر کی جس نے لکھوکھہا مہاجرین کو آباد کرنے کے کٹھن کام کا سامنا کیا اور اس کے ساتھ لوگوں کی اسی قدر بڑی تعداد کی املاک کی نگہداشت کی جو ہندوستان کی جانب منتقل ہو گئے۔ اس عظیم الشان کام اور اس کے ساتھ جنم لینے والی ترغیبات و تحریصات سے نمٹنے کے سلسلہ میں ان میں سے اکثریت نے اپنے آپ کو اس دور کے مورخین سے خراج تحسین حاصل کرنے کا اہل ثابت کیا یعنی یہ کہ وہ لوگ ''انتہائی منصف مزاج اور بدوں کسی جھکاؤ کے سچے اور کھرے تھے جو اپنے اختیارات کو خود غرضانہ مقاصد کے لئے استعمال نہیں کرتے تھے بلکہ اس طور پر استعمال کرتے تھے جسے وہ حق سمجھتے تھے''۔ وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ اور قانون قدرت کے تحت یہ لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں.......... اس زمرہ کے حال ہی میں انتقال کر جانے والے فرد ایم۔ ایم۔ احمد ہیں جو منگل کے روز 23 جولائی 2002ء) واشنگٹن میں وفات پا گئے۔ ابتدائی سالوں میں وہ سیالکوٹ اور میانوالی کے ڈپٹی کمشنر مقرر ہوئے۔ بعد میں وہ حکومت پاکستان کے ماہر اقتصادیات کے طور پر ابھرے اور آخر میں ورلڈ بینک تک پہنچے۔ ایم۔ ایم۔ احمد کی نسبت زیادہ ذہانت والے لوگ موجود تھے لیکن غالباً ان سے بڑھ کر قابل اعتماد اور محنتی اور کوئی نہیں تھا۔ اس خوبی نے انہیں وطن عزیز میں نواب آف کالا باغ (ملک امیر محمد خان سابق گورنر مغربی پاکستان۔ مترجم) ایوب اور یحییٰ کا منظور نظر بنا دیا اور واشنگٹن میں رابرٹ میکنا مارا کا۔ (پریذیڈنٹ ورلڈ بنک۔ مترجم) ان کی اقتصادیات کے میدان میں مہارت اور ان کی دیانتداری اور راستبازی پر سب انحصار کر سکتے تھے۔''

(ترجمہ روزنامہ ڈان مورخہ 24/جولائی 2002ء ص3)

### ایم۔ایم احمد کچھ ذاتی یادیں

(جناب منیر عطاءاللہ)

'' مرزا مظفر احمد صاحب واشنگٹن میں انتقال کر گئے۔ وہ لوگ جو انہیں اچھی طرح جانتے تھے ان کے ذہن وقلب کی بہت سی غیر معمولی خوبیوں کی وجہ سے انہیں یاد رکھیں گے۔ تقسیم برصغیر کے بعد کے پاکستانی جنہوں نے (صدر) یحییٰ کا دور دیکھا ہے ایم۔ایم۔ احمد کی طویل اور شاندار عوامی خدمت کے ریکارڈ کے حوالے سے ان کے بارہ میں علم حاصل کر سکتے ہیں۔

تقسیم ملک کے وقت وہ امرتسر کے ایڈیشنل ڈپٹی کمشنر تھے۔ انہوں نے آئندہ خدمت کے لئے پاکستان کا انتخاب کیا اور اپنا سارا قیمتی ساز وسامان وہیں (امرتسر میں) چھوڑ دیا۔ ان کی پاکستان میں پہلی تعیناتی بطور ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ ہوئی۔ یہ شہر وسیع پیمانے پر ہونے والی ہجرت کی ہلچل کے نتیجہ میں مظالم اور مصائب کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ایم۔ ایم۔ احمد نے مسلمان مہاجرین کے آرام اور آبادکاری کے لئے بے تابانہ کام کیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ مقتول ہندوؤں اور سکھوں کی بھی باوقار طریقے سے تدفین کے کام کو اولیت دی جائے۔ اس زمانے کا ایک اور واقعہ جو انہوں نے بعد میں سنایا یہ تھا کہ لیڈی ماؤنٹ بیٹن نے (جو انڈین ریڈ کراس کی سربراہ تھیں) نے سیالکوٹ میں موجود گورے افسران کو یہ حکم دیا کہ وہ سیالکوٹ میں محفوظ شدہ مصنوعی انسانی اعضاء کی ایک بڑی کھیپ فوری طور پر دہلی بھجوائیں۔ لیکن میاں صاحب (جناب ایم۔ ایم۔ احمد) نے خود ریلوے سٹیشن پر پہنچ کر وہ بھرے ہوئے (ریل کے) ڈبے خالی کرا لئے (کیونکہ بھیجے جانے والے اعضاء وغیرہ اب پاکستان کی ملکیت تھے۔ مترجم) میاں صاحب کی اگلی تعیناتی بطور ڈی۔سی دور افتادہ شہر میانوالی میں ہوئی اس کا ایک اچھا پہلو یہ نکلا کہ اپنے فرائض کی ادائیگی کے نتیجہ میں انہیں نواب آف کالا باغ کی طرف سے خوب تکریم ملی۔ یہ امر اس وقت میاں صاحب کے لئے بہت مفید ثابت ہوا جب نواب صاحب پنجاب کے گورنر بن گئے اور میاں صاحب لاہور سیکرٹریٹ میں آ گئے۔ جلد ہی انہیں زیادہ اہم ذمہ داریاں سنبھالنے کے لئے اسلام آباد میں تعینات کیا گیا۔ صدر ایوب کے دور میں وہ یکے بعد دیگرے سیکرٹری تجارت پھر سیکرٹری وزارت خزانہ اور بالآخر پلاننگ کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین مقرر ہوئے۔ صدر یحییٰ خان کے مشیر برائے اقتصادی امور کی حیثیت میں وہ غالباً اپنے وقت کے سب سے

طاقتور سول سرونٹ تھے اور انہیں مندرجہ بالا تینوں وزارتوں کی نگرانی کے اختیارات حاصل تھے- یہ گزرے ہوئے دن جنہیں ایک زمانہ بیت گیا ایسا دور تھا جس میں مجموعی طور پر پبلک سرونٹس کی بے حد توقیر کی جاتی تھی اور محترم میاں صاحب متفقہ طور پر بہترین لوگوں میں سے بھی بہترین تھے- ان کے پورے عرصہ ملازمت میں اختیارات کے غلط استعمال' ناجائز نوازشات' بدعنوانی اور طاقتور عناصر کی طرفداری سے متعلق کسی کھسر پھسر کا اشارہ تک نہیں ملتا- وہ ان تمام لوگوں سے جن کا ان کے ساتھ واسطہ پڑا عزت واحترام سمیٹتے ہوئے اپنی پیش نظر بلندیوں اور رفعتوں کو طے کرتے چلے گئے- جیسا کہ ہم جانتے ہیں اس طرح کا اکرام واحترام آسانی سے حاصل نہیں ہوتا اور اس کے لئے اپنے فن میں زبردست مہارت کے علاوہ خاص صلاحیت کی بھی ضرورت ہوتی تھی- اپنے وسیع اختیارات اور اعلیٰ منصب کے باوجود میاں صاحب میں تکبر نام کی کوئی چیز نہیں تھی- وہ ہمہ وقت نرم گفتار تھے اور بڑے تحمل سے دوسروں کی بات سنتے تھے- وہ دائماً ایک انصاف پسند اور درد مند انسان تھے-

سول سروس سے ریٹائر ہونے کے بعد بھٹو نے انہیں ورلڈ بنک کے بورڈ آف ڈائریکٹرز میں پاکستان کی نمائندگی کے لئے منتخب کیا یہاں بھی میکنامارا (صدر ورلڈ بنک) نے ان کی قدروقیمت کو پہچانا اور انہیں کئی اضافی ذمہ داریاں سونپیں خاص طور پر جن کا تعلق تیسری دنیا کے ممالک کی معاشی ترقی کے مسائل سے تھا-"

(دی نیشن 29/جولائی 2002ء' ڈان' 2- اگست 2002ء ترجمہ )

## ایم-ایم-احمد-ایک نادر اور باوقار شخصیت

منیر عطاء اللہ صاحب نے اپنے خراج تحسین (مطبوعہ ڈان 2/اگست) میں ایم ایم احمد صاحب کی خدمات کی فہرست گنوائی ہے- وہ اس وقت منصوبہ بندی کمیشن کے ڈپٹی چیئرمین کے عہدے پر فائز تھے جب میں 1968ء میں ان سے پہلی بار ملا- میں اعزازی طور پر ایک ماہر معاشیات کے طور پر فرائض انجام دے رہا تھا- میں ریلوے سٹیشن کے سامنے واقع منصوبہ بندی کمیشن کی پرانی عمارت میں جایا کرتا تھا- میں اپنا دن بھر کا کام ختم کرنے کے بعد وہاں بحیثیت ڈائریکٹر ایجوکیشن جاتا تھا- میں پنجاب کے سیکرٹری تعلیم کے ماتحت کام کرتا تھا- جب میں گورنمنٹ کالج لاہور کا پرنسپل تھا تو میں نے اس ادارے کو اپنے معاملات خود چلانے کے اختیارات کے حق میں زبردست تگ ودو کی تھی لیکن سیکرٹری تعلیم نے اس تجویز کی مخالفت کی- میں نے اصرار جاری رکھا- انہوں نے اس الجھن کا حل یہ نکالا کہ میرا تبادلہ بطور ڈائریکٹر ایجوکیشن راولپنڈی کر دیا- یہ ایک تعزیری اقدام تھا لیکن میں نے اسے خاموشی سے برداشت کیا-

**جناب ایم- ایم- احمد انتہائی درجے کے شریف النفس انسان تھے- وہ بے بس وبیکس لوگوں کی بہبود کے لئے کمربستہ رہتے تھے**

بعد میں منصوبہ بندی اور بہبود سے متعلق اقوام متحدہ کے ایشیائی ادارہ نے مجھے بنکاک میں تعلیمی منصوبہ بندی کے ماہر کے طور پر منتخب کر لیا- اور کاغذات معاشی معاملات کی ڈویژن کو بھجوائے گئے جہاں سے منظوری کے لئے یہ حکومت پنجاب کو بھجوا دیئے گئے- سیکرٹری تعلیم نے اس کام کو بگاڑنے کی کوشش کی اور یہ بات جناب ایم- ایم- احمد کو پتہ چل گئی- انہوں نے اس کی خوب سرزنش کی کہ اس کا یہ رویہ کسی سیکرٹری کے شایان شان نہیں تھا- آخر 1968ء کے ماہ اکتوبر میں مجھے یہ ملازمت کرنے کی اجازت مل گئی-

جناب ایم- ایم- احمد انتہائی درجے کے شریف النفس انسان تھے- وہ بے بس وبیکس لوگوں کی بہبود کے لئے کمر بستہ رہتے تھے- انہیں معاشی اور مالیاتی امور پر مکمل گرفت حاصل تھی اور اس بات کا اندرون و بیرون ملک اعتراف کیا گیا- وہ ایک نادر شخصیت تھے- ایم- ایم- احمد کی 1968ء کی وہ نوازش میرے سامنے نمایاں ہے- چونتیس برس گزر جانے کے باوجود ایم- ایم- احمد کی ذی وقار شخصیت میرے ذہن پر نقش ہے- یہ سطور جناب ایم- ایم- احمد کے عظمت و وقار کو خراج تحسین کے طور پر رقم کی گئی ہیں-

(ترجمہ روزنامہ ڈان 4/اگست 2002ء)

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی وفات پر

# صدر انجمن احمدیہ پاکستان کی قرارداد تعزیت

صدر انجمن احمدیہ کا یہ خصوصی اجلاس حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کی المناک وفات پر گہرے رنج اور دکھ کا اظہار کرتا ہے۔

آپ حضرت مسیح موعود کے پوتے اور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے کے سب سے بڑے فرزند ارجمند تھے۔ آپ 28 فروری 1913ء کو پیدا ہوئے۔ قادیان کے پاکیزہ ماحول میں آپ کی ابتدائی تعلیم وتربیت ہوئی، گورنمنٹ کالج لاہور سے گریجوایشن کے بعد آپ نے آئی سی ایس کا امتحان پاس کیا اور اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان تشریف لے گئے۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں تعلیم کے دوران آپ کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب کی پاکیزہ صحبت اور رفاقت حاصل رہی، جن کے ساتھ بچپن ہی سے گہری دوستی کا تعلق تھا۔ انگلستان سے واپس آکر آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کی۔ تقسیم ملک کے بعد آپ نے ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کی حیثیت سے وطن عزیز پاکستان میں خدمات کا آغاز کیا۔ بعد میں مغربی پاکستان کے سیکرٹری فنانس ایڈیشنل چیف سیکرٹری کے علاوہ ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمشن پاکستان اور صدر مملکت کے اقتصادی مشیر کے طور پر کلیدی خدمات کی توفیق پائی۔

دوران ملازمت آپ کی شہرت ایک فرض شناس، قابل اعتماد، باکردار، بااصول، محنتی اور منکسر المزاج افسر کی تھی۔ اس دوران ملک وقوم اور انسانیت کی بلا امتیاز مذہب وملت بے لوث خدمت کی۔ راست گوئی اور امانت ودیانت ہمیشہ آپ کا طرّہ امتیاز رہے۔ آپ کو شعبہ اقتصادیات میں خصوصی مہارت اور گہرا تجربہ حاصل تھا۔ چنانچہ ریٹائرمنٹ کے بعد بین الاقوامی مالیاتی اداروں نے آپ کی خدمات حاصل کیں اور آپ ڈائریکٹر ورلڈ بنک اور ایگزیکٹو سیکرٹری آئی ایم ایف کے وقیع عہدوں پر فائز رہے۔

ایک عرصہ تک بطور نائب امیر جماعت احمدیہ امریکہ کے کام کرنے کے بعد 1989ء سے آپ بطور امیر خدمات بجالا رہے تھے آپ کے دور امارت میں جماعت امریکہ نے ترقیات کے کئی نئے سنگ میل طے کئے۔ آپ نے اپنی اقتصادی مہارت کا سکہ یہاں بھی منوایا اور امام وقت کی خواہش کے عین مطابق جماعت احمدیہ امریکہ کی مالی قربانیوں میں نہایت عمدہ اور ٹھوس منصوبہ بندی کر کے غیر معمولی وسعت پیدا کی اور امریکہ مالی قربانی کے میدان میں صف اول کے ممالک میں شمار ہونے لگا۔ امریکہ میں نئی بیوت الذکر کی تعمیر وتوسیع اور نئے مشن ہاؤسز کی خرید کے علاوہ مرکزی بیت الذکر بیت الرحمان کی تعمیر بھی آپ کا ایسا کارنامہ ہے جو جماعت کی تاریخ میں یادر ہے گا۔

سیدنا حضرت مصلح موعود کی دامادی کا شرف بھی آپ کو حاصل تھا۔ حضرت مصلح موعود نے آپ کے ساتھ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ کی رخصتی کے موقع پر منظوم کلام میں اپنی دلی محبت کا اظہار کرتے ہوئے آپ کو اپنی ''آنکھوں کا تارا'' فرمایا تھا۔ اور بلاشبہ اپنے اخلاق کریمانہ اور عظمت کردار کی وجہ سے آپ جہاں بھی رہے اپنے ماحول کی ہر دلعزیز شخصیت رہے۔ آپ ایک نہایت متقی، دعا گو، عبادت گزار، خدا ترس انسان اور صلہ رحمی کا حق ادا کرنے والے نافع الناس وجود تھے۔ آپ نہایت مخلص، ایثار پیشہ، فدائی خادم سلسلہ اور وفا شعار مثالی احمدی تھے۔ اعلیٰ ترین دنیوی عہدوں پر فائز ہونے کے باوجود سادگی، قناعت اور تواضع وانکسار آپ کا شیوہ تھا۔ ہمیشہ آپ نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کی مثال قائم کر کے دکھائی۔ خلافت احمدیہ کے ساتھ وابستگی اور اطاعت کا تعلق آخر دم تک بڑی وفا کے ساتھ نبھانے کی توفیق پاتے رہے۔ دینی ودنیوی لحاظ سے جدوجہد سے بھرپور اور مصروفیات سے معمور زندگی گذار کر واشنگٹن امریکہ میں خدا کا یہ وفادار بندہ 22 جولائی 2002ء (ساڑھے گیارہ بجے شب) بعمر 89 سال اپنے مولائے حقیقی کے حضور حاضر ہو گیا۔

صدر انجمن احمدیہ آپ کی المناک وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز، مرحوم کی اہلیہ محترمہ صاحبزادی امۃ القیوم صاحبہ، آپ کے بھائی صاحبزادہ مرزا مجید احمد صاحب اور ہمشیرہ صاحبزادی امۃ اللطیف صاحبہ اہلیہ مکرم سید محمد احمد صاحب، عزیز ظاہر احمد صاحب نیز جماعت ہائے احمدیہ امریکہ سے دلی تعزیت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو غریق رحمت فرمائے۔ اپنی مغفرت کی چادر میں ڈھانپ لے اور جنت الفردوس میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین۔ ۔۔۔والسلام

شیخ محبوب عالم خالد

**صدر صدر انجمن احمدیہ (پاکستان) ربوہ**

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

## جماعت احمدیہ نیویارک امریکہ کی قراردادِ تعزیت بروفات حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب

جماعت احمدیہ نیویارک کا یہ غیر معمولی اجلاس ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء کو منعقد ہوا جس میں مندرجہ ذیل قراردادِ تعزیت پاس کی گئی۔

جماعت احمدیہ نیویارک یو۔ایس۔اے بڑے حزن وملال اور گہرے رنج والم کے ساتھ صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کی وفات پر اظہار تعزیت کرتی ہے۔

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ

خدا اُنہیں اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے اور اہل خانہ اور عزیزوں اور خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پوتے، حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے فرزند اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے داماد تھے۔

آپ کی قابلیت کی وجہ سے پاکستان نے انہیں وزیر خزانہ اور مزید عہدوں پر مقرر کیا۔

آپ نے اپنے ملک کے لئے گراں نمایاں خدمات انجام دیں۔آپ نے جماعت احمدیہ یو۔ایس۔اے کی ایک دہائی سے زیادہ خدمت سرانجام دی۔آپ کی دور اندیشی اور فراست نے امریکہ کی جماعت کو اعلیٰ معیار پر لا کھڑا کیا۔

خدا تعالیٰ نے اُن کو اپنی خاص مصلحت سے دین کی خدمت کا ایک لمبے عرصہ تک موقع عطا فرمایا۔حضرت صاحبزادہ صاحب اپنے والد بزرگوار حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یوں مخاطب ہوئے تھے:

"اے جانے والے! خدا کی تجھ پر ہزاروں رحمتیں ہوں۔تو عمر بھر اپنوں اور غیروں سب کے لیے ایک بے پایاں شفقت اور رحمت کا سایہ بن کر رہا۔ دیکھ میرا ہاتھ کانپ رہا ہے اور میری آنکھیں اشکبار ہیں۔اور میرا دل تیری محبت کی یاد میں بے قابو ہوا جاتا ہے۔اے اللہ رحم کر رحم۔میرے مولا ہم کون؟ جو تیرے قضا کے فیصلے کے سامنے چون وچرا کریں۔تو گواہ ہے کہ باوجود اس کی تلخیوں کے ہم نے تیری تقدیر کو بانشرح صدر قبول کیا ہے۔لیکن میرے مولا تیرے در کا سوالی تجھ سے ایک بھیک مانگتا ہے۔میرے ابا کا خاکی جسم تو ہم سے جدا ہو گیا۔لیکن ان کی برکات ہمارے ساتھ رہنے دیجیو۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہم سے وہ کام لے جس سے تو راضی ہو جائے جو ہمارے باپ کی روح کے لئے تسکین کا موجب ہو"۔

یوں لگتا ہے کہ دل کی گہرائیوں میں ڈوبی ہوئی اس دعا نے عرش کو ہلا دیا اور خدائے قادر نے واقعی اس وجود سے وہ کام لیا جس سے خدا راضی ہو گیا اور تادم آخر اپنی زندگی خدمت دین میں صرف کر ڈالی۔اور اپنے باپ کی روح کو تسکین بخشی۔

سو آج ہم بھی اپنے محترم امیر کو رخصت کرتے ہوئے اسی قسم کے جذبات رکھتے ہیں۔اور ان الفاظ سے ہم ان کو الوداع کہتے ہیں کہ:

اے جانے والے تو نے اپنے قول وفعل سے اپنے خدا کو راضی کیا اور اپنی شفقت اور محبت کو جماعت کے لئے وقف کر دیا۔لہٰذا تیری یادوں کے پھول ہمارے دلوں میں کبھی بھی نہیں مرجھائیں گے اور وہ شفقتیں اور محبتیں جو ہمارے دلوں پر نقش ہو چکی ہیں کبھی مٹ نہیں سکیں گی۔اور جماعت ہائے احمدیہ امریکہ کبھی بھی تیری انتھک کوششوں کو جو اس کی ترقی کے لئے کیں کبھی بھی فراموش نہیں کرے گی۔

تمہاری خوبیاں قائم　　تمہاری نیکیاں باقی

اے جانے والے دیکھ۔۔۔دوسری طرف رضوان یار تیرا استقبال پھولوں کے اس گلدستہ سے کرتا ہے

یٰۤاَیَّتُھَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّۃُ　ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرۡضِیَّۃً　فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبَادِیۡ　وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ

بسم اللہ الرحمن الرحیم
نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

6.6.1365
1986

پیارے بھائی
السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط ملا۔ میرے دل میں آپ کے
لئے پہلے سے محبت بھی ہے اور احترام بھی مگر اب
[illegible] سے تعلق کے تعلقات نے اس میں ایک
نیا رنگ پیدا کر دیا ہے۔ اللہ نے آپ کی شکر
کو [illegible] اور سعادت اور سچائی کی عطا فرمائی
ہے آپ کو ایسے زاویے سے دیکھنے کا موقع ملا
جس کا تصور بھی پہلے ممکن نہ تھا

جب آپ دعا کے لئے لکھتے ہیں تو
میرا دل گواہی دیتا ہے کہ یہ زائد از ضرورت
ہے کیونکہ آپ کا ذکر اور آپ کی یاد ہمیشہ
میرے دل و دماغ میں دعا بن کر ہی آتے
ہیں۔ اور یہ دعا کبھی بھی خشک اور لذت درد
سے خالی نہیں رہی۔
اللہ آپ کو راضیۃ مرضیۃ بنائے اور آپ کو دل

26.3.1363
1984

پیارے بھائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ایک عرصہ ہوا آپ کے ابا جی کے خطوط کراچی اور سندھ کے سفر کے دوران ملے۔ بڑی احتیاط سے اس تھیلے میں ڈال دئے جس میں وہی خطوط ڈالتا ہوں جنکا جواب خود اپنے ہاتھ سے دینا ہوتا ہے لیکن اندرون کی مصروفیات کم ہونے کی بجائے بڑھتی ہی گئیں۔ بہرحال آج اللہ تعالیٰ نے توفیق بخشی۔

آپ کا قیام ایسے مصروف دنوں میں رہا کہ یہاں ہوتے ہوئے بھی بہت کم ملنے کا موقع ملتا تھا اور خواہش کے باوجود آپ کو احمدنگر کی سیر نہ کروا سکے۔ آصفہ آپ کے ابا جی کے شکریہ پر خوش تو بہت ہوئی لیکن حیران بھی ہوئی۔ کیونکہ ہماری طرح اسے بھی شکریہ کی کوئی وجہ یاد نہ تھی۔

امید ہے آپ اور ابا جی اچھے بفضلہ تعالیٰ

بالکل خیریت سے ہوں گے۔ کبھی کبھی کوئی تفریح کا
پروگرام بھی بنا لیا کریں۔ ویسے تو آپ کا گھر ایسے
خوبصورت علاقہ اور دلکش ماحول میں واقع
ہے کہ مستقل ہی ایک تفریحی مقام پر ہے
لیکن تفریح میں جو تبدیلی اور اجنبیت کا عنصر
ہے وہ اپنی جگہ

گذشتہ چند ماہ سے پاکستان میں علماء نے
شور و غوغا میں حد سے بڑھنے کی قسم کھا
رکھی ہے۔ اور جماعت احمدیہ پاکستان میں نمایاں
ہونے میں شب و روز کوشاں ہے۔ اللہ تعالیٰ
کا فضل صبح شام نئی شان کے ساتھ نازل
ہو رہا ہے اور تمام دنیا سے جماعت کی روز افزوں
ترقی کی ایسی ایسی خبریں مل رہی ہیں کہ دل
شکر اور حمد سے لبریز ہو کر چھلکنے لگتا ہے۔
یہاں پاکستان میں بھی ہم ہر روز آفات و مصائب
کے بادلوں سے قطرات رحمت کو ٹپکتا دیکھتے
ہیں۔ جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے بڑے حوصلہ
میں ہے اور غیر اللہ کے خوف سے آزاد ہے۔
خود بھی بہت دعا کرتے رہیں اور احباب جماعت
کو بھی توجہ دلاتے رہیں۔ جزاکم اللہ والسلام خاکسار　مرزا طاہر

(نوٹ) چوہدری [illegible] صاحب کی علالت پر آپ کا تار مل گیا تھا۔ میں بڑے التزام سے دعا کر رہا
ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔ مجھے باقاعدہ
رپورٹ مل رہی ہے اور الحمدللہ کہ اب روبصحت ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

لندن



پیارے برادرم مکرم مرزا مظفر احمد صاحب

امیر جماعت ہائے احمدیہ امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی رپورٹ آمد و خرچ دسمبر ۹۹ ملی ہے۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔ آپ کی رپورٹ جب آتی ہے تو مجھے بڑی خوشی ہوتی ہے۔ جماعت امریکہ ماشاء اللہ دن بدن ترقی کرتی چلی جارہی ہے۔ آپ نے نومبائعین کو بھی مالی نظام سے منسلک کرنے کا جو پروگرام بنایا ہے یہ بہت ہی اچھا ہے۔ بجٹ کے لحاظ سے چندہ جات کی وصولی بہت بہتر ہے۔ بہت مبارک ہو۔ اللہ آپ کی عمر اور صحت میں بہت برکت بخشے اور ہر لحظہ آپ کے ساتھ ہو۔

والسلام

خاکسار

[signature]

خلیفۃ المسیح الرابع

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ——— نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم
وعلیٰ عبدہ المسیح الموعود

پرائیویٹ سیکرٹری
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

لندن
20.2.03

مکرم ومحترم میاں ظاہر احمد صاحب امریکہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی مرسلہ فیکس حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ملاحظہ فرمائی ہے
آپ نے اس میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ سے حضرت صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے
متعلق زیر ترتیب کتاب کے لئے کچھ لکھنے کی درخواست کی ہے۔ آپ کی
خواہش پر حضور انور نے حسب ذیل نوٹ لکھوایا ہے اور فرمایا ہے کہ باقی
یہ خود اپنی طرف سے کچھ بنا لیں
حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ:

"انہیں بہت ہی غیر معمولی طور پر خلافت سے عشق تھا
اور بڑے بھائی ہونے کے باوجود اس طور پر کامل فرمانبرداری
کرتے تھے کہ مجھے شرم آجاتی تھی"

والسلام
خاکسار

منیر احمد جاوید

روزنامہ نوائے وقت لاہور (8) 24 جولائی 2002ء

## سابق ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن ایم ایم احمد انتقال کر گئے

### سٹیٹ بنک کے گورنر بھی رہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بنک کے عہدیدار تھے

### ان دنوں امریکہ میں مقیم تھے۔ آنجہانی غلام احمد قادیانی کے پوتے اور مرزا طاہر کے بھائی تھے

چناب نگر (نامہ نگار) سابق گورنر سٹیٹ بنک آف پاکستان، سابق ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن و مشیر اقتصادی امور صدر پاکستان ایم ایم احمد (مرزا مظفر احمد) طویل علالت کے بعد گذشتہ روز واشنگٹن کے ایک ہسپتال میں انتقال کر گئے۔ ایم ایم احمد 1974ء میں ورلڈ بنک سے منسلک ہوئے اور بطور ڈائریکٹر ورلڈ بنک اور آئی ایم ایف کے ایگزیکٹو سیکرٹری خدمات بجالاتے رہے اور اسی عہدہ سے 1984ء میں ریٹائر ہو کر مستقلاً امریکہ میں مقیم ہو گئے اور تادم آخر جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر رہے۔ آنجہانی قادیانی جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے، مرزا بشیر احمد ایم اے کے بڑے بیٹے اور سربراہ جماعت مرزا طاہر احمد کے چچازاد بھائی تھے۔ ان کے پسماندگان میں صرف انکی بیوہ ہیں۔

روزنامہ اساس (2) 29 جولائی 2002ء

## عالمی شہرت یافتہ ماہر اقتصادیات صاحبزادہ مرزا مظفر احمد انتقال کر گئے

چناب نگر (نمائندہ خصوصی) عالمی شہرت یافتہ ماہر اقتصادیات سابق ڈائریکٹر ورلڈ بنک ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن پاکستان اور جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر صاحبزادہ مرزا مظفر احمد المعروف ایم ایم احمد گزشتہ روز پاکستانی وقت کے مطابق ساڑھے نو بجے صبح 89 سال کی عمر میں واشنگٹن میں انتقال کر گئے۔ مرحوم ایم ایم احمد بین الاقوامی اقتصادی اداروں میں قدر کی نگاہ سے پہچانے جاتے تھے۔ اور اعلیٰ سرکاری عہدوں پر فائز رہے۔

روزنامہ نوائے وقت لاہور (4) 31 جولائی 2002ء

## ایم ایم احمد سپرد خاک

چناب نگر (نامہ نگار) ایم ایم احمد سابق ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمشن کی میت لاہور سے لائی گئی اور آخری دیدار کیلئے ریسٹ ہاؤس قصر خلافت میں رکھی گئی جہاں ملک بھر سے کثیر تعداد میں آنے والے قادیانیوں نے دیدار کیا۔ قادیانی جماعت کے امیر نے ان کی آخری رسومات ادا کی جس کے بعد انہیں مقبرہ بہشتی کے قطعہ خاص میں ان کی والدہ سرور سلطان خانم کے پہلو میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

روزنامہ خبریں (2) 25 جولائی 2002ء

## ایم ایم احمد انتقال کر گئے

واشنگٹن (نمائندہ خبریں) ماہر اقتصادیات ایم ایم احمد (مرزا مظفر احمد) پاکستانی وقت کے مطابق منگل کی صبح ساڑھے نو بجے امریکہ میں انتقال کر گئے۔ ان کی عمر 89 برس سے زیادہ تھی۔ انہوں نے آکسفورڈ سے تعلیم حاصل کی۔ وہ ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ، مغربی پاکستان کے سیکرٹری خزانہ اور ایڈیشنل سیکرٹری بھی رہے۔ وہ ایوب دور میں ڈپٹی چیئرمین منصوبہ بندی کمیشن اور یحییٰ خاں کے دور میں اکنامک ایڈوائزر رہے۔ بھٹو دور میں وہ عالمی بینک میں چلے گئے جہاں وہ سینئر وائس پریذیڈنٹ کے منصب پر فائز رہے۔ انہوں نے پاکستان کے ابتدائی دو عشروں میں ملکی اقتصادیات کی منصوبہ بندی کی۔ وہ ایک عرصے سے ریٹائرمنٹ کے بعد یو ایس میری لینڈ میں اپنے گھر میں زندگی گزار رہے تھے۔ وہ کچھ عرصے سے بیمار تھے۔ ان کی لاش تدفین کیلئے پاکستان لانے کے انتظامات کئے جا رہے ہیں جہاں انہیں سپرد خاک کیا جائے گا۔

روزنامہ آواز (4) 31 جولائی 2002ء

## پلاننگ کمیشن کے سابق چیئرمین انتقال کر گئے

چناب نگر (نامہ نگار) جماعت احمدیہ کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے اور جماعت احمدیہ کے سربراہ مرزا طاہر احمد کے چچازاد بھائی عالمی شہرت یافتہ ماہر اقتصادیات پاکستان پلاننگ کمیشن کے سابق ڈپٹی چیئرمین ورلڈ بنک کے سابق ڈائریکٹر صاحبزادہ مرزا مظفر احمد المعروف ایم ایم احمد کو گزشتہ روز پاکستان بھر سے آئے ہوئے ہزاروں افراد کی موجودگی میں مقامی قبرستان (بہشتی مقبرہ) کے قطعہ خاص میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

روزنامہ دن لاہور (2) جمعرات 25 جولائی 2002ء

## مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا مظفر احمد واشنگٹن میں انتقال کر گئے

چناب نگر (نامہ نگار) مرزا غلام احمد قادیانی کے پوتے مرزا مظفر احمد جو اقتصادیات کی دنیا میں عالمی شہرت کے حامل تھے گزشتہ روز 89 سال کی عمر میں واشنگٹن میں انتقال کر گئے مرحوم مرزا طاہر احمد کے چچازاد بھائی تھے ذرائع کے مطابق متوفی کی تدفین جماعت احمدیہ کے مرکز (ربوہ) چناب نگر میں ہوگی۔

COAST TO COAST
Weekly PAKISTAN POST

ہفت روزہ
پاکستان پوسٹ
نیویارک

مستند اشاعت
واشنگٹن، شکاگو، اٹلانٹا، میامی، ڈیلس، ہیوسٹن، کیرولائناز، لاس اینجلس، ٹورانٹو، مونٹریال

July 25 to July 31, 2002
' Awwal 14 to Jamadi-ul-Awwal 20 1423 AH
-14a Avenue, Jamica, NY 11432

## مرزا مظفر احمد چل بسے

نیویارک (پ ر) پاکستان میں کلیدی سرکاری عہدوں پر فائز رہنے والی معروف شخصیت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد انتقال کر گئے۔ صاحبزادہ مظفر احمد پاکستان کے قائم مقام صدر بھی رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مغربی پاکستان کے ایڈیشنل چیف سیکرٹری، ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن، صدر پاکستان کے مالی مشیر، پاکستان کے مشیر خزانہ، عالمی بینک کے ڈائریکٹر اور آئی ایم ایف کی مرکزی کمیٹی کے نائب سیکرٹری رہے۔ 1989ء میں انہوں نے جماعت احمدیہ (قادیانی) کے امیر کا عہدہ سنبھالا اور جماعت کی مالی، تبلیغی اور تربیتی امور کی طرف توجہ دی۔ ان کی کاوشوں سے 1994ء میں واشنگٹن ڈی سی میں مسجد بیت الرحمن کی تعمیر ہوئی جو احمدیہ جماعت کا امریکہ میں سب سے بڑا مرکز ہے۔ وہ امریکہ میں اپنی جماعت کی تبلیغ میں کافی سرگرم رہے۔ جمعہ کو رات 8 بجے ان کی نماز جنازہ پڑھائی جائے گی۔

## حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد

## صاحب امیر جماعت احمدیہ

## امریکہ رحلت فرما گئے

نیویارک (پ ر) سلسلہ عالیہ احمدیہ، امریکہ کے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب جولائی 22، 2002ء کو رات 10:30 بجے اپنے خالق حقیقی سے جا ملے (ان للّٰہ وان علیہ راجعون)۔ آپ کی پیدائش 1913ء میں ہوئی۔ آپ بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ مرزا غلام احمدؑ کے پوتے تھے۔ 1989ء سے آپ بطور امیر جماعتِ احمدیہ امریکہ خدمات

بقیہ نمبر 11 صفحہ 18 پر

## بقیہ نمبر 11

انجام دے رہے تھے۔ اس سے پہلے آپ پاکستان گورنمنٹ کے کئی اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ مثلاً ایڈیشنل چیف سیکریٹری مغربی پاکستان، ڈپٹی چیئرمین پلاننگ کمیشن پاکستان، صدر پاکستان کی مالی مشیر، پاکستان کے مشیر خزانہ اور قائم مقام صدر پاکستان۔ اسکے علاوہ عالمی بنک کے ڈائریکٹر، اور آئی۔ایم۔ایف کی مرکزی کمیٹی کے نائب سیکریٹری رہے۔

1989ء سے جب آپ نے امیر جماعت احمدیہ کا عہدہ سنبھالا تو آپ نے مالی، تبلیغی اور تربیتی امور کی طرف خصوصی توجہ دی۔ مساجد کی تعمیر، لٹریچر کی فراہمی، نئے مراکز کے قیام میں خصوصی توجہ دی۔ آپ کی خدمات خصوصی طور پر مالی امور اور جماعتی چندہ جات میں ترقی کو خلیفۃ الرابع حضرت مرزا طاہر احمد نے کئی دفعہ سراہا۔ آپ کی کاوشوں سے 1994ء میں واشنگٹن ڈی۔سی۔ میں مسجد بیت الرحمٰن کی تعمیر ہوئی۔

روزنامہ دن لاہور (2) بدھ 31 جولائی 2002ء

## ورلڈ بینک کے ڈائریکٹر مرزا مظفر احمد کو قبرستان کے قطعہ خاص میں سپردخاک کر دیا گیا

چناب نگر (نامہ نگار) منصوبہ بندی کمیشن کے سابق ڈپٹی چیئرمین اور ورلڈ بینک کے ڈائریکٹر مرزا مظفر احمد کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں گزشتہ روز مقامی قبرستان کے قطعہ خاص میں دفن کیا گیا ہے۔ مرحوم کی میت تدفین کے لئے امریکہ سے چناب نگر لائی گئی تھی جنازہ میں اندرون و بیرون ملک سے آئے ہوئے ہزاروں افراد نے شرکت کی۔

# اظہار تشکر

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہ جماعت احمدیہ امریکہ کو ایک لمبے عرصے کے لیے ایک تجربہ کار، ہر دل عزیز اور خاندان حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے تعلق رکھنے والی ہستی کی سرپرستی حاصل رہی۔ یہ تھے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب۔

حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب مرحوم کو اپنی زندگی کے آخری تیرہ سال جماعت احمدیہ امریکہ کے امیر کی حیثیت سے جماعت احمدیہ کی خدمات سرانجام دینے کا موقع ملا۔ اس دور میں حضرت مرزا مظفر احمد صاحب نے اپنے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی اطاعت اور فرمانبرداری کا عظیم الشان نمونہ دکھاتے ہوئے جماعت احمدیہ امریکہ کو مالی قربانی میں صف اول میں لاکھڑا کیا۔ آپ کے دور امارت میں جماعت امریکہ چندوں میں نمایاں مقام حاصل کرتی رہی۔ مالی نظام کو مستحکم کرنے کے ساتھ ساتھ مساجد اور مشن ھاوسز قائم کرنے میں نمایاں کردار ادا کیا۔

النور (احمدیہ گزٹ) کا زیر نظر شمارہ زیر سرپرستی مکرم احسان اللہ ظفر صاحب امیر جماعت احمدیہ امریکہ حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد مرحوم کی خدمات کو خراج تحسین پیش کرنے کی ایک ادنیٰ کاوش ہے۔

اس خصوصی شمارہ کا شائع کرنا ہرگز ممکن نہ ہوتا اگر خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ ساتھ بہت سے بندگان خدا کا تعاون، توجہ، مشاورت اور محنت میسر نہ ہوتی۔ سب سے پہلے ہم پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے شکر گزار ہیں کہ آپ نے حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب کے بارہ میں پیغام جلسہ سالانہ امریکہ کے موقع پر جماعت احمدیہ امریکہ کو بھجوایا۔ حضور ایدہ اللہ کا پیغام اس شمارہ کی زینت ہے۔ اسی طرح قدم قدم پر ہمیں مکرم ظاہر ایم احمد صاحب، صاحبزادی امتہ القیوم بیگم صاحبہ اور دیگر افراد خاندان کا تعاون حاصل رہا جنہوں نے حضرت مرزا مظفر احمد صاحب کی نادر اور نایاب تصاویر اور مسودات فراہم کیے اور مفید مشوروں سے نوازا۔ اسی طرح مکرم حبیب اللہ زیروی صاحب آف ربوہ پاکستان کے بھی ہم مشکور ہیں کہ انہوں نے اردو مسودہ کی تیاری میں مدد دی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمارے پیارے امیر حضرت صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب سے ایسے ہی پیار و شفقت کا سلوک فرمائے جو کہ انہوں نے جماعت احمدیہ امریکہ کے لئے روا رکھا اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ اور ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم حضرت صاحبزادہ صاحب مرحوم کی زندگی کو اپنے لئے نمونہ بناتے ہوئے اُن کے نقش قدم پر چلنے والے ثابت ہوں۔ آمین یا رب العالمین۔